

۶۶ ” صرف پاکستان “ ۹۹

ایک طلیسان جامعہ عثمانیہ

————— (کے) —————

قلم سے

————— (ناشر) —————

مرزا مظفر بیگ (مکتبہ ابراہیمیہ)

————— (اپریل ۱۹۴۷ء) —————

قیمت نصف نقشہ (۱۰/۱۰)

(جلد حقوق محفوظ)

(۲۰۰۰۰)

ماوراءِ علی کے نام

شکس

اس کتاب میں تحریک پاکستان کے متعلق ضروری معلومات
ترتیب کے ساتھ یکجا کر دئے گئے ہیں، چنانچہ فہرست میں سے ظاہر
کہ یہ کتاب جملہ امور پر حاوی ہے، دوسری چیز یہ ہے کہ صرف مواد
جمع کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس پر تنقیدی نظر بھی ڈالی گئی ہے
اور پاکستان کے مسائل تک تقارین کی ذہنی رسائی کا سامان مہیا
کیا گیا ہے۔

اس وقت تک پاکستان متعلق جتنی کتابیں اردو میں شائع ہوئی
وہ اصولی طور پر مرتب نہ ہونے کی وجہ سے تشنہ ہیں۔ اگر یہ کتاب اس
کمی کو پورا کر دے تو مصنف کی محنت مشکور ہوگی فقط

ایک طیلان جامعہ عثمانہ

{ حیدرآباد دکن
۵ مارچ ۱۹۴۷ء }

فہرستِ مضامین

صفحہ

باب اول — قومی وطن کی تحریک — ۱ تا ۱۶

باب دوم — مختلف ایکٹیں اور ان پر تبصرہ — ۱۷ تا ۳۸

باب سوم — { قرار داد لاہور اس کے مفہم — ۳۹ تا ۵۶
مجلس خارجہ مسلم لیگ کی پوز — ۵۶ تا ۶۲

باب چہارم — { اعتراضات اور ان کے جوابات — ۶۵ تا ۷۶
مسلم لیگ سے — ۷۷ و ۷۸

باب پنجم — موجودہ دستور کی صورت حال — ۷۹ تا ۹۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب اول

قومی وطن کی تحریک

مسلم لیگ کی قرارداد لاہور نے ہندوستان کی دستوری تیاری میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے اس قرارداد میں سب سے پہلی مرتبہ اس کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے آزاد مملکتیں قائم کی جائیں اس باب میں ان اسباب پر روشنی ڈالی جائے گی جن کی بناء پر مسلم لیگ اس مطالبہ پر مجبور ہوئی۔

- ہندو مسلم نزاع کی بنیاد ہندوستان کا دستور حکومت ہندوستان کا دستور
- (۱) ایک وہ جس کا تعلق ہندوستان کی بحیثیت مجموعی آزادی کی ہے
 - (۲) دوسرا وہ پہلو جس کا تعلق اندرونی دستوری انتظام سے ہے
- جہاں تک جزو اول کا تعلق ہے ہندوستانوں کی گزشتہ نصف صدی

کی سیاسی جدوجہد کے نتیجہ کے طور پر حکومت برطانیہ نے ہندوستان کو
نوابی بادشاہی مرتبہ عطا کرنے کا وعدہ کر لیا ہے جس کے بعد ہندوستان کی
حیثیت انگلستان کے ساتھ مساویانہ ہو جائے گی۔ اس وقت یہیں اس
پہلو سے بحث نہیں ہے۔

جو دستور حکومت اس وقت زیر بحث ہے وہ حکومت ہند کا دستور
بابہ ۱۹۳۷ء ہے جس کے بموجب ہندوستان میں ایک ایسا وفاق قائم
کرنے کی تجویز کی گئی ہے جو (۱۱) خود مختار صوبہ جات اور ایک وفاقی مرکز
پریشل ہوگا اور جس میں حکومت پارلیمانی یعنی جمہوری نوعیت کی ہوگی۔
جس میں اقتدار اکثریتی جماعت کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔
مسلمانوں کو یہ اعتراض ہے کہ :-

(۱) یہ دستور اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ ہندوستان کی آبادی پنجائیس
قوم پر مشتمل ہے جو صحیح نہیں ہے۔ دوسری اقوام سے قطع نظر ہاں دو
بڑی قومیں ایسی ہیں جو دو مختلف مذاہب اور دو مختلف معاشرتی نظامات
سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان مذاہب کے اختلافات کا یہ عالم ہے کہ ایک
وحدانیت کا علمبردار ہے تو دوسرے کا ایمان بکھیر ہے۔ ایک کے
معاشرتی نظام کی بنیاد عالمی برادری ہے جو رنگ، نسل، زبان اور
مرتبہ کے امتیازات اور جغرافیائی حدود کو یکسر نظر انداز کر دیتی ہے تو دوسری
نوع انسان کو دینا کی عمودی اور جاتیوں کی افقی تقسیم سے متعصب کر دیتی
ہے۔ دونوں کی تہذیب جداگانہ، طرز زندگی جداگانہ، معاشی مفادات

اور سیاسی عقائد جدا گانہ ایسی دو آنواں کبھی متحد ہو سکیں اور نہ ہو سکتی ہیں۔
 (۲) اس دستور کے تحت جو جمہوری حکومت تجویز کی گئی ہے وہ عملاً ایک ہی اکثریتی کی
 قوم یعنی ہندوں کی حکومت ہوگی جس کے رحم و کرم پر دوسری قوموں کو جو اقلیت میں رہیں گی کرنی پڑے گی۔
 (۳) یہ دستور مسلمانوں کو نہ صرف مرکز بلکہ اکثر صوبہ جات میں اور
 معدودے چند کے سوا باقی سینکڑوں دیسی ریاستوں میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے
 ایک بے دست و پیا اقلیت بنا دیتا ہے۔
 (۴) یہ دستور ملک میں مسلمانوں کی تاریخی اہمیت کو زائل کر دیتا ہے
 اُن کیلئے معاشی احیاء اور اسلامی اصول پر آزادانہ زندگی اور ترقی کے
 کافی مواقع عطا نہیں کرتا۔

(۵) یہ دستور ہندوں اور مسلمانوں کے موجودہ مذہبی، سماجی، معاشی
 اور سیاسی اختلافات کو وسیع کر دیتا ہے اور ان اختلافات کی وجہ سے
 ملک میں ایک نئی قوت کے وجود کو لازم کرتا ہے جس طرح سے ہندوستان
 کی آزادی کے مقصد کو غیر محسوس مدت کے لئے مسخ کر دے گا اور اس ڈالہ بٹالے
 مسلمانوں کا پہلا اعتراض ایک ایسی حقیقت پر مبنی ہے جس سے انہما
 نہیں کیا جاسکتا۔ کون شخص ہے جو اگر کیسے ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں سے
 واقف نہیں۔ اگر تھے ہندو مسلم اتحاد کے لئے نہ صرف ہندوں کی بیٹیوں
 سے شادیاں کیں، گوشت کا استعمال ترک کر دیا، ہندوؤں کے مذہبی
 رسوم میں شرکت کی بلکہ ایک خاص دین الہی کے قیام کی کوشش کی لیکن
 ان کوششوں کے باوجود ہندو مسلم اتحاد قائم نہ ہو سکا۔ اس کے بعد تقریباً

ہر زمانہ میں اس اتحاد کی ضرورت پر زور دیا جاتا رہا اور کوششیں کجاتی
 میں، چنانچہ ہندوستان کے دور بیداری میں کم از کم ایک درجن ایسی
 منظم کوششوں کا پتہ چلتا ہے لیکن عجیب بات ہے کہ ان کوششوں کا نتیجہ
 ہمیشہ اتحاد کی بجائے اختلاف میں اضافہ کا موجب ہوا اور اس وقت
 اس اتحاد کا جو عالم ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

ان ناکامیوں کی اصل وجہ ان دو اقوام کے مذاہب کا اساسی اختلاف
 ہے جس کا اعتراف لالہ بھپت رائے کی جیسی شخصیت نے سڑی آر
 داس کے نام ایک خط میں حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔

”ایک اوجیز ہے جو چند روز سے مجھے تارہی ہے اور جس کے متعلق
 میں چاہتا ہوں کہ آپ احتیاط کے ساتھ غور کریں۔ یہ ہندو مسلم اتحاد
 کا سوال ہے۔ میں نے گزشتہ (۶) ماہ کا بہت بڑا حصہ تبلیغ اسلام
 اور اسلامی قانون کے مطالعہ میں صرف کیا ہے اور میرا خیال ہے
 کہ ہندو مسلم اتحاد ممکن ہے اور نہ قابل عمل تحریک نرک موالات
 میں مسلم قائدین کے خلوص کو تہکم کرتے ہوئے میں خیال کرتا ہوں کہ
 ان کا مذہب ایسی چیزوں کا مانع ہے۔“

میں نے کلکتہ میں جیلیم اجل خاں اور ڈاکٹر کچلو سے جو گفتگو کی تھی
 وہ یاد ہوگی، واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں اجل خاں سے بہتر کوئی
 مسلمان نہیں ہے لیکن کیا کوئی مسلمان قرآن کی خلاف ورزی کر سکتا
 ہے۔ اس کے خلاف اگر میں کوئی امید کر سکتا ہوں تو وہ صرف یہ کہ

میں نے اسلامی قانون کے سمجھنے میں غلطی کی ہے اور میرے لئے
 اس سے بڑھ کر کوئی چیز اطمینان بخش نہیں ہو سکتی کہ مجھے اپنی غلطی کا
 یقین دلادیا جائے۔ لیکن اگر میرا خیال صحیح ہے تو اس کے معنی یہ
 ہوں گے کہ اگرچہ ہم حکومت برطانیہ کے خلاف متحد ہو سکتے ہیں،
 لیکن ہندوستان پر جمہوری حکومت کے لئے متحد نہیں ہو سکتے۔
 سوال یہ ہے کہ پھر علاج کیا ہے۔ میں ہندوستان کے سات کروڑ
 مسلمانوں سے خائف نہیں ہوں۔ لیکن جب یہ افغانستان، وسطی
 ایشیا، عرب، عراق اور ترکی کی متحہ فوجوں کے ساتھ لجائیں تو
 پھر ان کی مزاحمت ناممکن ہو جائے گی۔ میں پورے خلوص اور
 ایذا دہی کے ساتھ، ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت اور افادیت کا
 قائل ہوں۔ میں مسلم قارئین پر کامل اعتماد کرنے کے لئے بھی آمادہ
 ہوں، لیکن ان قرآنی احکام اور احادیث کی نسبت کیا کیا جائے
 مسلم قارئین ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ کیا پھر میں یس
 ہو جانا چاہئے؟ امید کہ ایسا نہیں ہو گا اور آپ کی قابلیت اور
 دانشمندی اس مصیبت سے نکلنے کی کوئی راہ سمجھائے گی۔

اس حقیقت سے قطع نظر یہ ہو سکتا ہے کہ ہر فرقہ میں چند ایسے انسان
 ہوں جو اپنی قوم، مذہب اور تہذیب کی خصوصیات سے متغنی ہو کر بس اس طرح
 گھل مل جائیں کہ کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔ لیکن اول تو ایسی مثالیں بہت

کم ہیں، دوسرے یہ دیکھا گیا کہ جب کبھی فرقہ واری اختلافات میں شدت پیدا ہو گئی تو یہ بھی ایک دوسرے سے کچھنے لگے یہ بھی صحیح ہے کہ صدیوں تک کچھ بچا زندگی بسر کرنے کی وجہ سے ایک کی مہاشرت کا دوسرے کی محالہ پر اثر پڑا ہے لیکن یہ اثر سطحی نوعیت کا کہ راہ تقلید یا مکمل تبلیغ کا نتیجہ ہے اس سے یہ دہرہ نہ ہونا چاہئے کہ کسی قوم کی خارجی زندگی میں تبدیلی سے اس کا باطن بھی بدل جاتا ہے۔

ہندوستان اور متحدہ قومیت کے تعلق سے سارے دور کے قومیت کے مختلف نظریات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہیں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ قومیت کی بنیاد نسل ہے، کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ قومیت کی بنیاد زبان ہے، کبھی اس پر زور دیا جاتا ہے کہ قومیت وطن سے متعین ہوتی ہے۔ کبھی اس کو ماضی اور مستقبل کے شعور پر مبنی کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ قومیت مذہب اور صرف مذہب سے متعین ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ان لوگوں کے لئے جو ہر چیز کو مغربی معیار پر جانچتے ہیں تعجب خیر معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ مسٹر گاندھی نے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر کوئی انگریز مسلمان ہو جائے تو اس کی قومیت نہیں بدلتی۔ یہاں قومیت کے جس معیار سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے وہ مغربی معیار سے۔ مغرب کی جگہ اقوام کا مذہب ایک ہے اس لئے وہاں قومیت کا انبیاز وطنی یا نسلی یا لسانی یا تہذیبی بنایا گیا جاتا ہے۔ اگر وہاں کوئی شخص مذہب بدلے تو اس کی قومیت پر ظاہر کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن اسلامی نقطہ نظر سے اس کی قومیت بدل جاتی ہے

وہ انھن کے حدود سے نکل کر ایک عالمی برادری کا رکن، زندگی کے متعلق ایک جدید نقطہ نظر کا حامل اور نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی عقائد کے لحاظ سے بھی ایک دوسرا شخص ہو جاتا ہے۔

اسلام کا نظریہ قومیت بالکل مختلف ہے اسلام نے اپنے پیروں کو قوم نہیں بلکہ ملت کا نام دیا ہے۔ جو ملت وطن، زبان اور نسل کے امتیاز سے بلند و بالا تر ہے، چین کے مسلمان اور آفریقہ کے حبشی اس ملت کے ایسے ہی رکن ہیں جیسے عرب کے مسلمان۔ بے شک رنگ، نسل، وطن اور زبان کے اختلافات ہیں۔ لیکن اسلام ان کو تسخیر کے علاوہ قرار دیتا ہی لہذا جب ہم مسلمانوں کے تعلق سے قوم کا لفظ استعمال کریں تو اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ مغربی محضوں میں قومیت کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہوتا۔

اس سلسلہ میں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ تہذیب اور روایات کو بھی قومیت کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے لیکن تہذیب مذہب ہی سے پیدا ہوتی ہے اور اس کے نقطہ نظر تعلیمات اور ہدایات کا منظر ہوتی ہے۔ مذہب کی بجائے تہذیب کو قومیت کی اساس قرار دینا ایسا ہی جیسا کہ اصل کی بجائے اس کے منظر کا نام لے لینا۔

چنانچہ گاندھی جی نے ڈاکٹر عبد اللطیف کو ان کی کتاب ہندوستان کا تہذیبی تخیل پڑھنے کے بعد جن میں ڈاکٹر صاحب نے فرقہ وارانہ اختلافات کا تجزیہ کر کے یہ بتایا تھا کہ ان دو اقوام کا اختلاف تہذیبی اختلاف ہے،

۸
 لکھ چکا تھا کہ وہ ہر دو تہذیبوں کے امتزاج کے معتقد ہیں۔ یہاں گاندھی
 نے تہذیب کو مذہب سے علیحدہ ایک چیز تصور کر لیا۔ ورنہ انہیں یہ سمجھنے
 میں دشواری نہیں ہوتی کہ جس طرح مذہب اسلام اور ہندومت میں امتزاج
 ناممکن ہے اسی طرح ہندو تہذیب اور اسلامی تہذیب میں کوئی امتزاج
 پیدا نہیں ہو سکتا۔

مسلمانوں کے دوسرے اعتراضات کسی بحث کے محتاج نہیں۔
 وفاقی دستور پر ایک سرسری نظر اُن کی اقلیتی حیثیت کو واضح کر دیتی ہے اور
 صوبہ داری خود مختاری کے نفاذ کے بعد ملک میں جو فرقہ داری بگڑے
 ہوئے اُن کے مد نظر یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس دستور
 نے فرقہ وارانہ اختلافات کی خلیج کو اور وسیع کر دیا۔ ۱۹۳۵ء

کانگریس کا طرز عمل اس طرح سے جہاں دستور حکومت ہند بابت
 کے متعلق مسلمانوں کو یہ اعتراضات ہیں وہاں
 دیکھنا یہ ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس کا کیا طرز عمل رہا۔ کانگریس نے
 پہلے اس دستور کی مذمت کی لیکن جب ۱۹۳۷ء میں صوبہ داری خود مختار
 کے جزو کا نفاذ عمل میں آیا تو اس نے اس ادعا کے ساتھ کہ وہ اندر داخل
 ہو کر دستور کو شکست دے گی انتخابات میں حصہ لیا۔ اور (۱۱) کے نجلہ
 (۶) صوبوں میں کامیابی حاصل کی۔ بقیہ (۵) مسلم صوبوں بنگال، پنجاب
 سندھ، صوبہ بہار اور آسام میں مسلم لیگ کے نمائندے منتخب ہوئے۔ یہ
 نتائج کانگریس کے لئے پریشان کن تھے، اس کے معنی یہ تھے کہ کانگریس

۹
 کو مسلمانوں کا اعتماد حاصل نہیں ہے اور اقلیتی صوبوں میں اس کو مسلمانوں کا
 مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس صورت حال کی مقاومت کے لئے اس نے یہ تجویز
 کی کہ انتخابات کے بعد خدمات کو اس وقت تک قبول کرنے سے انکار
 کر دیا جب تک کہ حکومت نے اس کا اطمینان نہیں دلا دیا کہ صوبہ جات
 کے گورنر دستور کے بموجب اپنے خاص اختیارات کا استعمال نہیں کریں گے۔
 جس میں اقلیتوں کے مفادات کی حفاظت بھی داخل تھی۔ گویہ کہا جاتا تھا
 کہ اس کا مقصد روزمرہ کاروبار میں عدم مداخلت ہے لیکن حقیقی منشا
 یہ تھا کہ کانگریس کو صوبوں پر کامل اختیارات حاصل ہو جائیں اور اقلیتیں
 اس کی مخالفت نہ کر سکیں۔

پہلی خلا اور زری | پہلے جو حرکت کی وہ یہ تھی کہ اس نے صوبہ داری
 وزارتوں میں ایسے مسلمانوں کو شریک کرنے سے انکار کر دیا جو مجلسِ مفتنہ
 کے مسلم ارکان کے اعتماد کے حامل ہوں۔ حالانکہ گول میز کانفرنس میں
 کانگریس نے اس سے اتفاق کیا تھا کہ کامیوں میں اقلیتی فرقوں کے نمائندوں
 کو شریک کیا جائے گا۔ اس چیز کو اقلیتیں دستور میں شریک کرنا چاہتی
 تھیں مگر کانگریس نے اس کو عمل درآمد قرار دینے پر اصرار کیا۔ چنانچہ
 دریانی سمجھوتہ کے طور پر طے پایا کہ اس شرط کو گورنروں کے دستاویز ہدایا
 میں درج کیا جائے اور ان پر لازم کر دیا جائے کہ وہ یہ دیکھیں کہ کاہنہ
 کی ترتیب میں اس شرط کی تکمیل کی جاتی ہے یا نہیں لیکن جب عمل کا وقت آیا

تو کانگریس نے مسلمانوں کو لینے پر تو رضا مندی ظاہر کی، مگر یہ شرط لگادی کہ وہ مسلم لیگ سے متفق ہو کر کانگریس کے اقرارنامہ پر دستخط کریں اس کا مقصد علانیہ یہ تھا کہ ایک طرف تحصیل ضابطہ کے لئے مسلمانوں کے نام نہاد نمائندے شریک کر لئے جائیں اور دوسری طرف ملک میں سوائے کانگریس کے کوئی جماعت باقی نہ رہے۔

مسلم لیگ کے اٹھارے کانگریس کی دوسری حرکت یہ تھی کہ اس نے مسلم لیگ کو مسلمانوں کا نمائندہ ادارہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اس کو احترام اور جھٹکے العلماء کی طرح اکیلا دارہ قرار دیا۔ کانگریس کا یہ طرز عمل نہ صرف غیر صحیح بلکہ مسلم لیگ سے بغض پر مبنی تھا، کیونکہ کانگریس جانتی تھی کہ مسلمانوں کے چلہ اداروں میں صرف مسلم لیگ سب سے زیادہ با اثر اور مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔

تخلت کانگریس کی تیسری حرکت جس نے مسلم صوبہ چائیں مدد مسلمانوں کو اس سے متفق کر دیا یہ تھی کہ اس نے مسلم لیگ کے صوبوں میں وزارتوں کو پریشان اور ناکام کرنے کی کوشش کی چنانچہ اس کوشش کے نتیجے کے طور پر صوبہ سرحد و راسم کی وزارتیں کانگریس کے زیر اقتدار آ گئیں۔

کانگریس کی ڈکٹیٹری چوتھی حرکت یہ تھی کہ کانگریس کی مجلس عاملہ کو مرکزی حکومت کے متوازی

ادارہ کی حیثیت دے دی اور صوبہ واری حکومتوں کو اس کے نزدیک ذمہ دار قرار دیا۔ حلقہ واری ڈکٹیٹر مقرر کئے گئے جس کے ہدایات کی تعمیل وزارتوں پر ضروری قرار دی گئی۔ ان کی مرضی اور ایما کے بغیر کوئی قانون پاس نہیں کیا جاسکتا تھا اور اس طرح تھوڑی بہت مخالفت کی گنجائش بھی ختم کر دی گئی تھی۔

کانگریسی پروگرام | لیکن کانگریس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ اس نے عہدے قبول کرنے ہی صوبہ جات میں

کانگریسی پروگرام کو نافذ کرنا شروع کر دیا جس کے اساسی اصول چرندہ اہم۔ بھنڈا ولی۔ ستیا گرہ۔ برہما چاری اور مہرجن اداہرتھ۔ کانگریسی علم کو قومی علم اور بندے ماترم کو جو مسلمانوں کے لئے ایک اشتعال انگیز نظم ہے۔ قومی ترانہ قرار دیا۔ وردھا اور ودیاند ایکھم کے ذریعہ اسلامی تہذیب کو متاثر کرنے کی کوشش کی گئی اردو کی جگہ ہندی کو دی گئی بعض مدارس میں مٹرگانہ صہی کی تصویر کی سلامی اور بندے ماترم کے ترانہ کو مسلمان بچوں کے لئے بھی لازمی کر دیا۔ ڈرگا اور سرسوتی کی تصویریں لگوائیں۔ مٹرگانہ صہی کے مسلک کو سرکاری مذہب بنا لیا گیا۔ گاندھی جینی اور رام تلک کو عام تعطیلات قرار دیا گیا، ہاتھ کے لقب کا سرکاری طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ ملازمتوں میں ہندوؤں کو تزیج دیا جانے لگی۔

ہندوؤں کی طرف واری | صوبہ جات میں جلد رفتاری اکیموں میں مسلمانوں کو نظر انداز کیا گیا جو

تجارتیں مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھیں اُن پر ٹکس لگائے گئے جب
 بنگال میں مسلمان کسانوں کی فلاح کے لئے قانون پیٹہ داران پیش کیا
 گیا تو کانگریس نے اس کی مخالفت کی کیونکہ ہندو زمین دار تھے اور
 صوبہ متحدہ میں اسی قسم کا قانون پاس کرایا جہاں مسلمان زمیندار ہیں اسی
 طرح جب پنجاب میں زرعی طبقہ کی حفاظت کے لئے زرعی قوانین پاس کئے
 جانے لگے تو کانگریس نے اس کی شدت کے ساتھ مخالفت کی کیونکہ یہاں
 قرض خواہ جن کے چنگل میں کسان پھنسے ہوئے ہیں ہندو تھے۔

مسلمانوں پر زیادتیاں کے علاوہ ازیں مسلمانوں پر طرح طرح
 کو مسلمانوں کے حق میں ختم کر دیا گیا۔ اُن کے جلوں کی نگرانی کی جاتی
 تھی وہ گائے کی قربانی نہیں کر سکتے تھے، وہ آزادی کے ساتھ جلوس
 نہیں نکال سکتے تھے۔ مذہبی رسوم پر پابندیاں عائد کی گئیں۔ اردو صحافت
 پر سختیاں کی گئیں، مسلمانوں کے لئے انصاف نامکن ہو گیا تھا۔
 ادھر آریہ سماجیوں کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف مہم
 آغاز کرادی گئی۔ اور پبلک پلٹ فارموں سے پروچنڈہ کیا جانے لگا کہ
 مسلمانوں کو ہندوستان سے باہر نکال دیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف
 بد امنی پھیل گئی۔

ان حالات سے تنگ آکر جب مسلمانوں نے
 تحفظ کی ناکامی اور گورنروں کے خاص اختیارات

۳۲ ادا دینی چاہی تو انہیں مجبور پایا۔ کیونکہ کانگریس ملک کی سب سے قوی جماعت تھی اور اس کو ناراض کرنے کے معنی یہ تھے کہ دستور کو محطل کر دیا جائے۔ اس طرح تحفظات بھی جن کی ضمانت حکومت نے لی تھی بے اثر ثابت ہو چکے تھے کانگریسی دور سے مسلمانوں کی مایوسی کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب جنگ کے مسئلہ پر کانگریس کی وزارتیں متعفی ہو گئیں تو مسلمانوں نے ہندوستان کے طول و عرض میں یومِ نجات منایا۔

مسلمانوں کا ترقی و اتحاد کی ناکامی کانگریس کا یہ طرزِ عمل اور تحفظات کی غیر افادیت نے مسلمانوں کو اپنے مستقبل کے متعلق غور کرنے پر مجبور کر دیا ملک کے مسلم مفکرین نے اس صورتِ حال کا حل تلاش کرنے کی فکر شروع کر دی۔

قومی وطن کی تحریک مسلم لیگ بے بس ہو چکی تھی وہ کانگریس کی شاکی تھی، حکومت پر کوئی اعتماد باقی نہیں رہا تھا۔ مسلمانوں کی قومی تعمیر کا کوئی ایجابی حل موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کی سیاسی جدوجہد مدافعتی نوعیت کی ہو گئی تھی کہ ایسے میں مارچ ۱۹۳۸ء میں جامعہ عثمانیہ کے ایک سابق پروفیسر ڈاکٹر سید عبداللطیف حیدر آبادی نے اپنی تاریخی کتاب ”ہندوستان کا تہذیبی مستقبل“ میں ہندو مسلم اختلافات کے اصلی ایباب پر روشنی ڈالتے

۱۴
 ہوئے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ قومی وطن کے قیام کا مشورہ دیا اور
 تہذیبی اساس پر ہندوستان میں آزاد مملکتوں کے قیام کا ایک مکمل خاکہ
 پیش کیا۔ اس کتاب نے شائع ہوتے ہی مسلم لیگ کے قائدین کو اپنی طرف
 متوجہ کر لیا اور ۲۹ جنوری ۱۹۳۹ء کو لاہور کے ایک جلسہ میں ڈاکٹر
 صاحب سے اس حکیم کی تفصیلات پر تبادلہ خیال کرنے کے بعد اس
 تجویز کو مسلمانوں کے نقطہ نظر سے ہندوستانی مسئلہ کے ایک حل کے طور
 پر قبول کر لیا گیا۔

سابقہ تحریکات کوئی نئی تحریک نہیں ہے یہ سمجھنا چاہئے
 کہ اس تحریک نے ایک موہوم صورت میں اُسی وقت جنم لے لیا تھا
 جب کہ ۱۹۳۷ء میں مسلمانوں نے ڈیفنس اسوسی ایشن قائم کر کے
 جداگانہ انتخابات کی درخواست کی اس کے بعد یہ مطالبہ تقریباً ہر
 میں کسی نہ کسی صورت میں دہرایا جاتا رہا مگر سب سے پہلے جس
 ہستی نے اس کو ایک متعین رخ کی طرف پھیر دیا وہ علامہ جمال الدین
 افغانی تھے۔ آپ کی یہ تحریک تھی کہ فلسطین سے افغانستان تک اسلامی
 سلطنتوں کا ایک وفاق قائم کیا جائے اور پنجاب، صوبہ سرحد، بلوچستان
 اور سندھ کو اس میں شریک کر لیا جائے چونکہ یہ تحریک اتحادِ ممالک
 اسلامی کی وسیع تحریک سے وابستہ تھی۔ اس لئے اس پر کوئی توجہ نہیں
 کی گئی اس کے بعد ۱۹۴۳ء میں صوبہ سرحد کی تحقیقاتی کمیٹی کے

روہر و سردار گل محمد خاں نے شہادت ادا کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی
 تھی کہ صوبہ سرحد سے آگرہ تک پورا رقبہ مسلمانوں کو دیدیا جائے تاکہ
 مسلمان تبادلہ آبادی کے ذریعہ اس رقبہ میں اسلامی مملکت قائم
 کر سکیں مگر یہ تجویز بھی رپورٹ کے صفحات سے آگے نہیں بڑھ سکی
 اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم نے آل انڈیا مسلم
 لیگ کے اجلاس الہ آباد کے خطبہ صدارت میں تجویز پیش کی تھی کہ
 پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک واحد
 اسلامی صوبہ قائم کیا جائے اس زمانہ میں مسلمانوں کی نظریں روڈ ٹیل
 کانفرنس پر لگی ہوئی تھیں اور مسلمانوں کو اس تحریک کی طرف متوجہ
 کرنے کے لئے کوئی محرک موجود نہ تھا اس لئے اس پر بھی کوئی غور نہیں
 کیا گیا اس کے دو سال بعد ۱۹۳۴ء میں چودھری رحمت علی صاحب
 اور بعض پنجابی طلباء نے جب کہ وہ انگلستان میں زیر تعلیم تھے اس
 تحریک کو اٹھایا اور پنجاب، افغانستان، کشمیر، سندھ کے ابتدائی
 حروف کو بلوچستان کے تان سے ملا کر پاکستان کا نام دیا لیکن ان کی
 کوششوں سے بھی یہ تحریک ملک میں روشناس نہ ہو سکی۔
 ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اس تحریک کو وقت
 اور نہ صرف شمال مغربی صوبہ جات بلکہ کل ہند بنیاد پر اس کو وسعت
 دی اور دلائل و براہین کے ساتھ قومی وطن کی ضرورت کو ثابت
 کیا جس کے نتیجہ کے طور پر اب یہ تحریک پروان چڑھ رہی ہے۔

اور پاکستان کے نام سے مشہور ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریک
کے بعد اور انہیں بھی پیش ہو تھی ہیں اور ان سب کو باب دوم میں
درج کیا گیا ہے۔

باب دوم

قومی وطن کی مختلف سکھیں

مسلمانوں کے نقطہ نظر سے ہندوستان کے دستور میں مشہ کے حل کے طور پر جو اسکیمیں اس وقت تک منظر عام پر آئی ہیں ان کے منجملہ چار لایاتی لحاظ ہیں یہی چار اسکیمیں مسلم لیگ کی مجلس خارجہ کی ذیلی کمیٹی کے زیر غور تھیں۔ جس کی رپورٹ باب چہارم میں درج ہے۔ اس باب میں ان چار اسکیموں کو پیش کیا گیا ہے اور آخر میں ان پر سرسری تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ اسکیمیں بلحاظ ترتیب زمانی حسب ذیل ہیں :-

(۱) ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ کی ہندوستانیوں

کی اسکیم
(۲) سر کنہر جیات خاں وزیر اعظم پنجاب کی حلقہ واری وفاق کی اسکیم
(۳) ایک پنجابی صاحب کی احمدیہ ہند کی اسکیم۔

(۲) پروفیسر صاحبان علیگندھ کی سہ مملکتی اسکیم۔

(۱) تہذیبی منطقوں کی اسکیم

”اس اسکیم کا ابتدائی خاکہ ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب نے مارچ ۱۹۳۰ء میں اپنی مشہور کتاب ”ہندوستان کا تہذیبی مستقبل“ میں پیش کیا تھا اس کے بعد مسلم لیگ کی مجلس خارجہ کی ایما پر اس کو ایک مکمل اسکیم کی صورت میں وسعت دی، جس کو سرٹھال کی منظوری سے ارکان مسلم لیگ نے نسل کے پاس گشت کرایا گیا اور ۲۶-۲۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو مجلس عالم مسلم لیگ کا ایک خاص جلسہ اس پر عزم کرنے کے لئے منعقد کیا گیا جس میں اس کو اور یکم کے ساتھ ایک ذیلی کمیٹی کے تفویض کیا گیا۔ یہ اسکیم ڈاکٹر صاحب کی دوسری کتاب ”ہندوستان میں مسلمانوں کا مسئلہ“ میں شائع ہو چکی ہے، بعد میں ڈاکٹر صاحب نے اس اسکیم کے ایک حصہ کی جو متبادل دستور سے متعلق ہے نظر ثانی کی ہے۔ جس کو یہاں شریک کر دیا گیا ہے۔“

اس اسکیم میں جو تبادلوں آبادی کے اصول پر مبنی ہے ہندوستان کو (۱۵) تہذیبی منطقوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے منجملہ (۴) منطقے مسلمانوں کے لئے تجویز کئے گئے ہیں اور باقی (۱۱) ہندوؤں کے لئے۔ دوسری ریاستوں کو اپنے محل وقوع اور قدرتی مناسبت کے لحاظ سے متعلقہ منطقوں میں جگہ دی گئی ہے۔ یہ منطقے حسب ذیل ہیں :-

مسلمانوں کے منطقے

(الف) بڑے منطقے

(۱) شمال مغربی منطقہ - جو پنجاب، کشمیر، صوبہ سرحد، بلوچستان، سندھ، خیبر پور اور بھاولپور پر مشتمل ہے اور جس کی مسلم آبادی ڈھائی کروڑ سے زیادہ ہے۔

(۲) شمال مشرقی منطقہ جو مشرقی بنگال اور آسام پر مشتمل ہے اور جس میں تین کروڑ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔

(۳) وسطی لکھنؤ کا منطقہ جو پیالہ کی مشرقی سرحد سے شروع ہو کر شمال میں رام پور اور جنوب میں آگرہ پر سے ہوتا ہوا لکھنؤ پر ختم ہوتا ہے۔ یہ منطقہ ان مسلمانوں کے لئے تجویز کیا گیا ہے جو شمال مغربی اور شمال مشرقی منطقوں کے درمیان پھیلے ہوئے ہیں اور جن کی تعداد صرف صوبہ جا متحدہ اور بہار میں ایک کروڑ بیس لاکھ ہے۔

(۴) وکھن کا منطقہ جو حیدرآباد اور برار پر مشتمل ہے اور جس کو ایک سیری کے ذریعہ جو کرنول، کرپہ، چٹوڑ اور شمالی ارکاٹ پر سے گزرتی ہے مدراس سے لیجا کر ملا گیا ہے۔ یہ منطقہ ان مسلمانوں کے لئے تجویز کیا گیا ہے جو بندھیا چل اور ست پڑا کے جنوب میں راس کمارئی تک پھیلے ہوئے ہیں اور جن کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ ہے۔ اس کو مدراس تک وسعت دینے کا مقصد یہ ہے کہ کرنول، کرپہ، چٹوڑ اور

۴۰
 ارکٹ میں جو مسلمان آباد ہیں وہ اس میں شامل ہو جائیں نیز کارومندل اور ملابار کے مسلمانوں کے لئے جو صدیوں سے ساحل پر تجارت کر رہے ہیں اور جو اس منطقہ میں ضم ہوں گے ایک سمندری راستہ ملے۔ علاوہ ازیں اس منطقہ سے ایک بالواسطہ فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ جنوبی ہند کی پانچ ہندو اقوام یعنی مرہٹوں، کنڑوں، ملایالی، تامل اور آندھرا کے رقبوں کے حدود معین ہو جاتے ہیں۔

(ب) چھوٹے منطقے

(۱) یھوپال (۲) ٹونک (۳) جونا گڑھ (۴) جاوہ (۵) جیمیر
 مسلمانوں کے بڑے منطقوں میں راجپوتانہ، گجرات، مالوہ اور مغربی ہند کی دیسی ریاستوں کے مسلمانوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے اس لئے ان کے لئے متذکرہ صدر (۵) چھوٹے منطقے تجویز کئے گئے ہیں۔ اجمیر اور اس کی مذہبی اہمیت کے لحاظ سے ہندوؤں کے شہر بنارس اور الہ آباد کی طرح مسلمانوں کا مرکز قرار دیا گیا ہے۔

ہندوؤں کے منطقے

ہندوؤں کے لئے ان کے تہذیبی اور لسانی اختلافات کے لحاظ سے حسب ذیل گیارہ منطقے قرار دئے گئے ہیں:-

(۱) مغربی بنگال اور بہار کا ایک حصہ جو بنگال کے ساتھ تہذیبی مناسبت رکھتا ہے، بنگالی ہندوؤں کا منطقہ ہو گا۔

(۲) اٹریسہ جو اوڑیا بولنے والوں کے لئے مختص ہوگا۔
 (۳) ہندوستان جو مغربی بہار سے لے کر دہلی، لکھنؤ کے مسلم
 منطقہ تک اور ہمالیہ سے لے کر وندھیا چل تک پھیلا ہوا ہوگا اور ریالی
 تہذیب کا منطقہ ہوگا اس میں وسطی ہند کی دیسی ریاستیں اور ہندوؤں کے
 مقدس مقامات الہ آباد، بنارس، ممبئی اور ہروارد داخل ہیں۔
 (۴) راجستان جو راجپوتانہ کی راجپوت ریاستوں پر مشتمل ہوگا
 اور راجپوتوں کا وطن ہوگا۔

(۵) گجرات جو گجراتی تہذیب کا مسکن ہوگا۔
 (۶) مہاراشٹر جو مرہٹوں کا منطقہ ہوگا۔
 (۷) کنڑا۔ کنڑوں کا وطن ہوگا۔
 (۸) آندھرا۔ آندھروں کا۔
 (۹) ٹامل ناڈو تاملوں کا۔
 (۱۰) ملا بارہ بلایالیوں کا۔
 (۱۱) شمال مغربی میں ہندوؤں اور سکھوں کا منطقہ۔
 مسلمانوں کے شمال حصہ بی نظیر ہے جو ہندو اور سکھ آباد ہیں ان کے لئے
 یہ منطقہ تراشا گیا ہے جو پنجاب کی ریاستوں اور کشمیر کے ایک حصہ پر مشتمل ہے
 کشمیر میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے اس لئے تجویز کی گئی ہے کہ کشمیر کے
 مسلم رقبوں کو مہاراجہ سے حاصل کر کے ان کے معاوضہ میں پنجاب کی اونچی
 کانگریہ کو جس میں ہندو زیادہ ہیں مہاراجہ کے تفویض کر دیا جائے۔

۲۲ نظام حکومت

ہر منطقہ ایک آزاد مملکت ہوگا۔ اگر کسی منطقہ میں ایک سے زیادہ
وحدتیں ہوں تو سب ملکر ایک دفاق میں متحد ہوں گی اور جملہ مملکتیں ایک
احدیہ میں مربوط ہوں گی۔

تبادلہ آبادی

اس حکیم کی تشکیل کے لئے تبادلہ آبادی ضروری ہے۔ مجوز نے لکھا
ہے کہ تبادلہ آبادی ممکن ہے کہ تکلیف دہ معلوم ہو لیکن اس کے فوائد کے
مقابلہ میں یہ تکلیف لائق لحاظ نہیں ہے۔ کیونکہ تبادلہ کے بعد ہندوؤں
اور مسلمانوں کو ایسے قومی وطن ملجائیں گے جہاں وہ بلا کسی مزاحمت کے
پھل پھول سکیں گے۔ اس سلسلہ میں مجوز نے یہ بتایا ہے کہ اول تو اکثریتی تبادلہ
بڑی مسافتوں پر مبنی نہ ہوگا۔ ہر منطقہ کے مسلمان یا ہندو اپنے قریب ترین
منطقہ میں منتقل ہوں گے۔ دوسرے یہ تبادلہ بتدریج ہوگا اور جو منتقل ہونا
نہیں چاہتے ان کے لئے ہر منطقہ میں موثر تحفظات رہیں گے۔

دستوری تحفظات

منطقوں کے دستور میں حسب ذیل تحفظات رکھے جائیں گے :-
(۱) قانون اقوام ہند مختلف اقوام کے افراد ایسے رقبوں میں

جن سے اُن کا تعلق نہ ہو خاص اغراض کے لئے زندگی بسر کر سکیں گے، ان افراد کو ہندوستانی اقوام کے قانون کے تحت جس کو مرکزی حکومت منظور کرے گی شخصی حفاظت اور شہری حقوق حاصل رہیں گے۔

۲۔ مذہبی معاہدہ متروکہ رقبوں کی جملہ مذہبی عبادت گاہوں، یادگاروں اور قبرستانوں کی نگرانی و نگہداشت خواہ وہ ہندوؤں کے علاقہ میں ہوں یا مسلمانوں کے علاقے میں۔ احادیہ کے متعلقہ منطقہ کی حکومت مرکزی حکومت کی نگرانی میں کرے گی۔

۳۔ چھوٹی قومیں چھوٹی قوموں مثلاً عیسائی، اینگلو انڈین، پارسی اور بدھ مذہب کے پیروؤں کو خواہ وہ مسلم سلطنت میں ہوں یا ہندو سلطنت میں وہ تمام مذہبی اور تہذیبی تحفقات عطا کئے جائیں گے جو اُن کی انفرادیت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہوں اور اگر وہ چاہیں تو اُن کو مرکزی حکومت کے مطالبہ کا بھی حق حاصل رہے گا۔

۴۔ ہر یک جن مختلف پست اقوام اور اچھوت جن کو یہ سخن کھاجاتا ہے پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں مختلف نسلی اختلافات ہیں۔ ان کی کوئی مشترکہ تہذیب نہیں ہے نہ یہ زمیندار ہیں لہذا ان کو اس بات کی کامل آزادی حاصل ہے کہ وہ ہندو اور مسلم علاقوں میں جہاں چاہیں متعلقہ قومی زبانیں پڑھیں اور ان علاقوں میں عیسائیوں، اینگلو انڈینوں، بدھوں اور پارسیوں کی طرح انہیں بھی کامل شہری حقوق حاصل رہیں گے۔

۲۴ عبوری دور کا انتظام

چونکہ اس اسکیم کو روپٹل لانے کے لئے کافی عرصہ درکار ہوگا۔ اس لئے عبوری دور کے لئے ایک دستور کا مسودہ پیش کیا ہے جس کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ نہ صرف نصیب العین متبرکہ کے صدر کی مجلس میں مدد و معاون ہوگا بلکہ اس سے قطع نظر ہندو مسلم مسئلہ کے ایک مستقل حل کے طور پر بھی کام آسکتا ہے۔ یہ دستور حسب ذیل ہے۔

متبادل دستور ہند

ہندوستان میں ایک اعلیٰ دستور کے تحت جو اس کے مخصوص حالات کے لحاظ سے موزوں ہو ایک دولت عامہ یا احمدیہ (Confederacy) قائم کیا جائے یہ احمدیہ حسب ذیل یا اقتدار مملکتوں پر مشتمل ہو۔
الف۔ برطانوی ہند کی احمی مملکتیں۔

ب۔ دیسی ریاستیں۔
برطانوی ہند کی مملکتیں

برطانوی ہند کی مملکتوں کو موجودہ حدود میں ترمیم و تبدیل کے بعد اس طرح ترتیب دیا جائے کہ وہ اس رقبہ میں رہنے والی قوم کی تہذیب کا متجانس جامع (Homogeneous compact) رقبہ بن جائے جہاں جہاں ممکن ہو ایسی مملکت مختلف وحدتوں سے ترکیب پائے گی جن

۴۵
 سے ہر وحدت انتظامی امور میں خود مختار مگر ایک باہمی وفاق میں مربوط
 ہوگی۔ مثلاً شمال مغرب اور شمال مشرق میں مسلمانوں کے ایسے دو وفاق
 بنائے جاسکتے ہیں۔

دو سی ریاستیں

بڑی ریاستیں باقاعدہ اور خود مختار ہیں اور وفاق میں اپنی مستقل
 حیثیت سے شریک ہو سکتی ہیں۔ چھوٹی ریاستیں یا تو برطانوی ہند
 کے ملحقہ صوبوں سے تعلق پیدا کر لیں یا مرکز میں نمائندگی کے لئے متحدہ جائیں
 مگر یہ ریاستیں بھی داخلی امور میں خود مختار رہوں گی۔

مرکز اور وحدتوں کا تعلق

(۱) جملہ وحدتیں کامل خود مختار ہوں گی غیر محضہ (Residuary)
 اختیارات انہیں کو حاصل نہیں گئے۔
 (۲) مرکزی ابواب کی فہرست اہل ترین ہوگی یعنی اس میں
 حسب ذیل ابواب ہوں گے۔
 ا۔ اہل۔ امور خارجہ۔

ب۔ دفاع۔

ج۔ اہم رسل و رسائل۔

د۔ جنگی وغیرہ۔

وفاق۔ دفاع کا انتظام حسب ذیل شرائط کا تابع ہوگا۔

۲۶
 الف۔ ہر وفاقی مملکت اپنی فوج اپنے صرفہ سے رکھگی جس کی تعداد اور قوت کا انحصار اس حد تک موقع و محل اور اہمیت پر ہوگا اور دستور میں اس کی صراحت کر دی جائے گی۔ فوج کا ایک حصہ وفاقی کہلایا جائے گا اور مرکز اس کے اخراجات برداشت کرے گا۔ معمولی حالات میں ہر مملکت کی فوج اس مملکت کے محکمہ فوج کے زیر انتظام اور مرکز کے زیر نگرانی رہے گی۔ لیکن جنگ کے زمانہ میں پورا انتظام مرکز کے تحت آجائے گا۔
 ب۔ بحریہ بالکلیمہ مرکز کے تحت ہوگا۔ الا ان مراعات کے جن کی ساحلی مملکتوں کو ضرورت ہو۔

وفاقی مالیہ

وفاقی مالیہ ابواب مفوضہ کی آمدنی پر مشتمل ہوگا جس کا ایک جزو مملکتوں کی افواج کو دیا جائے گا جنگ کے زمانہ میں وفاقی وحدتیں چندہ دیں گی۔

اقلیتوں کے تحفظات

دستور میں اقلیتوں کے لئے حسب ذیل تحفظات رکھے جائیں گے۔

(الف) مجالس مقننہ میں نمائندگی

(۱) جملہ اقلیتوں کو خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان یا کوئی اور یہ اختیار تمیزی حاصل رہے گا کہ وہ مجالس مقننہ میں اپنے لئے دہندگان کے ذریعہ منتخب ہوں۔

(۲) ہر وفاقی مملکت یا وحدت میں جو کوئی اقلیت ہو خواہ وہ ہندو یا مسلمان اس کو مجلس مقننہ میں ایک نشستیں عطا کی جائیں گی۔
 (۳) اس امر کے مد نظر کہ ہندوستان کی مدافعت میں مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ ہے اور مدافعت مرکز کا خاص وظیفہ ہے، مرکزی مقننہ میں مسلمانوں کو ان کی اہمیت کے متناسب نصف نشستیں دی جائیں گی اور مسلم اراکین وفاقی مملکتوں کی مجالس مقننہ کے مسلم ارکان کی جانب سے منتخب ہوں گے۔

(ب) قانون سازی

(۱) وفاقی مملکتوں کی ہندو یا مسلم اقلیتوں کے مذہب شخصی قانون اور تہذیب سے متعلق امور ہندو یا مسلم ارکان مقننہ کی ایک خاص مجلس کے زیر اقدار ہوں گے اس مجلس کے فیصلے مقننہ کے لئے قابل قبول ہوں گے اگر ان فیصلوں سے دوسری اقوام کا مفاد متاثر ہوتا ہو تو نظم و نسق کا اعلیٰ عہدہ دار ان کو مجلس مقننہ میں تبصرہ کے لئے پیش کرے گا لیکن کوئی ایسی ترمیم کی اجازت نہ ہوگی جو مجوزہ قانون کی اساس پر اثر انداز ہو۔
 (۲) اگر کسی خاص مقصد کے لئے مسلمان یا ہندو اپنے پر کوئی شخص عائد کرنا چاہیں تو ضروری قانون پاس کرنے کی اجازت ہوگی۔

(ج) عاملہ

(۱) ہر مملکت کا عاملہ اکثریتی جماعت سے ترتیب نہیں دیا جائے گا بلکہ مخلوط نوعیت کا ہو گا یعنی جس میں ہندو اور مسلمان شریک رہیں گے۔
 اس عاملہ کی پالیسی ہر دو فریق کے لئے قابل قبول ہوگی اور یہ عاملہ مقننہ کی

تحریک پر عملدہ نہیں ہو سکے گا، کا بنیہ کا صدر مقننہ کے نزدیک ذمہ دار ہوگا اور انتظامی کارکردگی کی خاطر اس کو اختیار ہوگا کہ وہ مقننہ کے باہر سے بھی ایسے لوگوں کو جو قابل ہوں مگر انتخابی مہم میں حصہ نہ لینا چاہتے ہوں وزارت کے لئے منتخب کرے ایسے ارکان مقننہ کے ارکان بحیثیت عہدہ ہوں گے۔ جلد ارکان مقننہ کا انتخاب ایک ایسی فہرست سے کیا جائے گا جو ہندو یا مسلم اقلیت کے قائد پیش کریں گے اور جس میں ارکان مقننہ کے علاوہ بیرونی اشخاص کے نام بھی درج رہیں گے۔

(۲) قانون امن عامہ اور تعلیم کے سرشتوں میں جن میں تہذیبی اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں وزیر کے ساتھ ایک نائب وزیر بھی ہوگا اور دونوں میں سے کوئی ایک عہدہ مسلمان یا ہندو کو دیا جائے گا۔

(د) خدمات

جہاں ہندو یا مسلمان اقلیت میں ہوں وہاں اس اقلیت کا کم از کم ایک شخص سبک سروس کمیشن کارکن ہوگا جس کا فرض ہوگا کہ یہ دیکھتا رہے کہ خدمات میں اس فرقہ کے تناسب کو برقرار رکھا گیا ہے کہ نہیں۔

(۴) مجلس تعلیم و اصلاح معاش

ہندو اور مسلم اقلیتوں کی عام تعلیم فنی اور صنعتی تربیت اور معاشی و سماجی اصلاح کے لئے مجالس مقرر کی جائیں گی اور اس کے لئے موازنہ میں رستم فراہم کی جائے گی۔ یہ انتظام دوسری اقلیتوں مثلاً پست اقوام عیسائی، پارسی اور سکھوں کے لئے بھی کیا جائے گا۔

۲۹ خود اختیاری نقل مقام

دستور کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی اور آبادی میں خواہ وہ ملکاتوں کے مابین ہو یا ایک ہی ملک کے حصوں کے مابین ہولتیں پیدا کرے اس کے لئے ہر ملک قانون پاس کرے گی اور نقل مقام کے انتظام اور شخص معاضدہ کے لئے ایک محکمہ قائم کرے گی۔

(۲) حلقہ واری وفاق کی اسکیم

یہ اسکیم سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے پیش کی ہے اور دراصل حکومت ہند کے مجوزہ وفاق کی تربیم ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ وفاق کی نسبت مسلمانوں اور اہلیان ریاست میں جو شبہات پیدا ہو گئے ہیں ان کو دور کیا جائے، چنانچہ موصوف کی تجویز ہے کہ برطانوی اور ویسی ریاستوں کو دو مختلف اجزاء کی حیثیت سے نہیں بلکہ حلقہ واری بنیاد پر وفاق میں شریک ہونا چاہئے اس غرض سے انہوں نے ہندوستان کو مختلف متجانس علاقوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حلقہ میں برطانوی ہند کے صوبوں اور ویسی ریاستوں کو جو ان کے اندر واقع ہیں جمع کر دیا ہے۔

اس اسکیم میں حلقہ واری بنیاد پر ایک کل ہند وفاق کے قیام کے لئے ہندوستان کو حسب ذیل حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

حلقہ نمبر (۱) آسام۔ بنگال۔ (باستثناء مغربی اضلاع بنگال جس کا مقصد اس حلقہ کو دوسرے حلقوں کے مساوی بنانا ہے) ریاست بنگال و بھم۔

حلقہ نمبر (۲) بہار اڑیسہ و متروکہ حصہ بنگال۔
 حلقہ نمبر (۳) صوبجات متحدہ اور ریاستہائے صوبجات متحدہ
 حلقہ نمبر (۴) مدارس، ٹراکٹور اور ریاستہائے مدراس اور کورگ
 حلقہ نمبر (۵) بمبئی، مغربی ہند کی ریاستیں بمبئی کی ریاستیں۔
 حیدرآباد میور اور صوبہ متوسط کی ریاستیں۔

حلقہ نمبر (۶) ریاستہائے راجپوتانہ (باستثناء بیکانیر و جیلیر۔
 گوالیار) وسط ہند کی ریاستیں۔ بہار اڑیسہ کی ریاستیں صوبہ متوسط و
 حلقہ نمبر (۷) پنجاب۔ سندھ۔ صوبہ سرحد کشمیر اور جیلیر۔

نظام حکومت

حلقہ واری مقننہ | ہر وحدت کی مقننہ کے علاوہ جس کو جملہ صوبہ واری امور میں قانون سازی کا کامل اختیار حاصل ہوگا۔ ہر حلقہ کی ایک حلقہ واری مقننہ ہوگی جس میں برطانوی ہند کی وحدتوں اور دیسی ریاستوں کے نمائندے شریک ہوں گے۔

برطانوی ہند کے نمائندے صوبہ واری مقننہ سے منتخب ہوں گے اور دیسی ریاستوں سے نمائندوں کا انتخاب حسب ذیل طریقہ سے ہوگا۔

(۱) پہلے دو سال میں وائیلن ریاست $\frac{۳}{۴}$ تعداد خود نامزد کریں گے اور $\frac{۱}{۴}$ ریاستی مقننہ کی پیش کردہ فہرست سے منتخب کریں گے۔
(۲) دوسرے پانچ سال میں $\frac{۳}{۴}$ نامزد کئے جائیں گے اور $\frac{۱}{۴}$ منتخب ہوں گے۔

(۳) پندرہ سال بعد $\frac{۱}{۴}$ نامزد کئے جائیں گے اور $\frac{۳}{۴}$ منتخب کئے جائیں گے۔
(۴) بیس سال کے بعد $\frac{۱}{۴}$ نامزد کئے جائیں گے اور $\frac{۳}{۴}$ منتخب ہوں گے۔

حلقہ واری ابواب | حلقہ واری مقننہ میں ہر حلقہ کے مشترکہ اموپیش ہوں گے جو حلقہ واری فہرست میں درج ہیں گے۔ لیکن دو یا دو سے زیادہ وحدتوں کی استدعا پر ایسے امور میں بھی قانون پاس ہو سکیں گے جو صوبہ واری فہرست سے تعلق رکھتے ہوں۔ حلقہ واری مقننہ میں کوئی قانون اس وقت تک پاس نہیں ہوگا۔ جب تک $\frac{۲}{۳}$ کی اکثریت اس کو منظور نہ کرے۔

وفاقی مقننہ | حلقہ واری مجالس مقننہ کے نمائندوں سے مرکزی وفاقی مقننہ ترتیب دی جائے گی جنکی مجموعی تعداد (۳۷۵) ہوگی ان کے نمبر (۲۵۰) برطانوی ہند کے نمائندے ہوں گے اور (۱۲۵) ایسی ریاستوں کے مرکزی مقننہ کی ایک ثلث نشستیں مسلمانوں کے لئے محفوظ ہوں گی۔ اقلیتوں کو وہی حصہ ملے گا جو دستور ہند باب ۳۵ میں تجویز کیا گیا۔

۳۲
 وفاقی ابوابِ دفاع۔ امور خارجہ۔ رسل و رسائل۔ ریلوے کے ڈرگمنا
 سکے اور کرنسی وفاقی ابواب ہوں گے۔ مگر حلقہ واری مجالس مقننہ کی
 تحریک پر وفاقی مجلس ایسے امور کی نسبت بھی قانون منظور کر سکیگی جو
 حلقہ واری اور صوبہ داری فہرست میں درج ہوں لیکن یہ تحریک اس وقت
 تک قابل قبول نہ ہوگی جب تک کہ (۷) کے جملہ کم از کم (۴) حلقے
 اس کی تائید نہ کریں۔ اور جو قانون اس تحریک پر پاس کیا جائے گا وہ
 انہیں حلقوں میں نافذ ہوگا جنہوں نے اس کی خواہش کی ہو۔ الا اس
 سے کہ ساتوں حلقے اس کو منظور کر لیں۔ اگر دو حلقے ایسے قانون کی مخالفت
 کریں تو وہ کالعدم قرار دیا جائے گا۔

وفاقی ابواب کے علاوہ بقیہ امور حلقوں اور صوبوں میں منقسم
 ہوں گے، غیر مصرعہ اختیارات صوبوں کو حاصل رہیں گے شبہ کی
 صورت میں وائسرائے کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

دفاع، امور خارجہ اور ریلوے کے لئے مشاورتی مجالس قائم کی
 جائیں گی جن میں ہر حلقہ کا ایک نمائندہ ہوگا۔
 وفاقی عاملہ | وفاقی عاملہ وائسرائے اور وزراء کی ایک کونسل پر
 مشتمل ہوگا جس کے ارکان کی تعداد بشمول وزیر اعظم کم از کم (۷) اور
 زیادہ سے زیادہ (۱۱) ہوگی، وزیر اعظم اور ارکان کا اقرار وفاقی مقننہ
 کے ارکان میں سے وائسرائے کرے گا مگر ارکان انتخاب وزیر اعظم کے شوژ
 سے ہوگا۔

- (الف) ہر حلقہ کا کم از کم ایک نمائندہ ریا جائے گا۔
 (ب) وزراء کے منجملہ کم از کم ایک مسلمان ہوں گے۔
 (ج) اگر حلقہ تعداد (۹) ہو تو کم از کم (۲) اور (۹) سے زیادہ ہو تو کم از کم (۳) نمائندے ریاستوں کے ہوں گے۔
 (د) دوسری اہم اقلیتوں کو نمائندگی عطا کرنے کی ممکنہ کوشش کی جائے گی۔

پہلے پندرہ یا بیس سال تک، وائسرائے مقننہ کے باہر ہونے والے وزیر مقرر کر سکیں گے اور انہیں امور خارجہ اور دفاع کے قلمدان تفویض کیے گئے۔ مجلس وزراء اور مقننہ کی میعاد پانچ سال ہوگی اگر کوئی وزیر اپنے حلقہ کی مقننہ کا اعتماد کھو دے تو اس کو خدمت سے ہٹا دیا جائے گا اور پوری وزارت وفاق کی تحریک عدم اعتماد پر درخواست ہو جائیگی لیکن بیرونی وزراء اس سے متاثر نہیں گے۔

تحفظات امور تحفظات حسب ذیل امور کے لئے عطا کیے جائیں گے۔

- (الف) اقلیتوں کے جائز حقوق کی حفاظت کے لئے۔
 (ب) برطانویوں کے خلاف نسلی امتیازات کے اعداد کیلئے۔
 (ج) دیسی ریاستوں کے معاہدات یا دوسرے حقوق میں مداخلت کے اعداد کے لئے۔

(د) برطانوی ہند اور دیسی ریاستوں میں وفاقی عاملہ یا وفاقی حلقہ داری مقننہ کی مداخلت کے اعداد کے لئے۔

(۱۵) ہندوستان پر بیرونی حملہ کی مداخلت کے لئے۔
 (۱۶) کسی وحدت یا حلقہ کے باشندوں کی باغیانہ جدوجہد کے اسناد کے لئے۔

(سنہ) اقلیتوں کے مذہبی اور تہذیبی حقوق کی حفاظت کیلئے۔
 صوبہ جات میں اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کی حفاظت کیلئے
 معقول اور موثر انتظام کیا جائے گا۔

فوج ایکم جنوری ۱۹۴۷ء کو فوج کی جو ترکیب تھی وہی برقرار رہیگی
 تخفیف کی صورت میں فرقہ وارانہ تناسب کو برقرار رکھا جائے گا۔
 لیکن جنگ کے زمانہ میں اس میں ترمیم ہو سکیگی۔

(۳) احدى ہند کی اسکیم

یہ اسکیم ایک نامعلوم پنجابی صاحب نے اپنی کتاب ”کافیڈیٹی
 آف انڈیا“ یعنی ”احدى ہند“ میں پیش کی ہے جس کو نواب صاحب
 مدوٹ نے شائع کیا ہے۔

اس اسکیم میں حسب ذیل صوبجات اور دیسی ریاستوں کے پانچ
 وفاق تجویز کئے گئے ہیں:-

۱۔ وفاق انڈستان جو حسب ذیل علاقوں پر مشتمل ہوگا۔
 پنجاب جس میں تعلقہ انبالہ ضلع کانگرہ اور ضلع ہوشیارپور

۳۵

تحصیلات اور گزشتہ شکر شامل نہیں ہیں۔ - سندھ - صوبہ سرحد - کشمیر -
بلوچستان - بھاولپور - امب - دیر سوات - چترال - خان پور -
قلات - لاس بیلہ - کپورتھلہ - مالیر کوٹہ -

رقبہ (۲,۹۸,۸۳۸) مربع میل
جلہ آبادی (۳,۳۰,۰۰,۰۰۰) نفوس -

مسلمان (۸۲) فی صد

۲۔ وفاق ہندوستان جس میں حب ذیل صوبہ داخل ہوں گے۔
صوبجات متحدہ - صوبجات متوسط - بہار بشمول بعض حصہ بنگال -
اڑیسہ - آسام - مدراس - بمبئی - دیسی ریاستیں بائستھائے ریاستھائے
دکن و راجستان -

رقبہ - (۷,۴۲,۱۷۳) مربع میل -
جلہ آبادی - (۲۱,۶۰,۴۱,۵۴۱) نفوس -
ہندو - (۸۳ و ۷۲) فیصد -

مسلمان (۱۱) فیصد -

۳۔ وفاق راجستان جس میں ریاستھائے راجپوتانہ و وسطی ہند
شریک ہوں گے -

رقبہ - (۱,۸۰,۶۵۶) مربع میل
آبادی (۱,۷۸,۵۰,۲) نفوس
ہندو (۸۶,۳۹) فیصد

مسلمان (۸۹.۵) فیصد

۴۔ وفاق دکن۔ جس میں حیدرآباد، بیسور اور بستم کی ریاستیں شامل ہوں گی۔

رقبہ (۲۶۰۰۰۰) مربع میل

آبادی (۱۰۰۰۰۰۰) نفوس

ہندو (۵۵.۲) فیصد

مسلمان (۴۹.۹) فیصد

۵۔ وفاق بنگال جس میں مشرقی بنگال کے مسلم رقبہ نیز آسام کے اضلاع گوہاڑہ۔ سلہٹ اور ریاستہائے تیرپورہ وغیرہ داخل ہوں گی۔

رقبہ (۶۳۰۰۰) مربع میل

آبادی (۳۰۰۰۰۰۰) نفوس

مسلمان (۶۶.۱) فیصد

ہندو (۳۳.۹) فیصد

نظامِ حکومت

احدیہ | یہ پانچ وفاق ایک احدیہ میں مربوط ہوں گے، جس کا صدر وائسرائے ہوگا۔ احدیہ کی ایک مجلس ہوگی جو مختلف وفاقوں کے ارکان پر مشتمل ہوگی۔ ان ارکان کی تعداد ہر وفاق کے رقبہ، آبادی، معاشی حیثیت، موقع و محل اور احدیہ میں اس کی اہمیت کے لحاظ سے متعین ہوگی۔

۳۷
وفاق اہر وفاق کا ایک گورنر جنرل ہو گا جو احدی ابواب شہر
 اسوہ خارجہ، مدافعت، مشترکہ ذرائع آب و فضا، نیز وفاق کے اندر موجود تعلیمی
 ریاستوں کے تعلق سے تاج کے فرائض اور ذمہ داریوں کی تکمیل کے لئے
 وائسرائے کے پاس ذمہ دار ہو گا۔

وحدتیں اہر گورنر جنرل کے تحت مختلف وفاقی وحدتوں کا ایک گورنر
 جو اس وحدت کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہو گا۔

احدی مالیہ اہر وفاق احدیہ کے اخراجات کے لئے یا تو براہ
 رقوم ادا کرے گا۔ یا چند خاص ابواب کی آمدنی کا کچھ حصہ وقف کرے گا۔
 کسی صورت میں شمال مغربی وفاق چنگی کی آمدنی احدیہ کے تفویض نہیں
 کرے گا۔

اقلیتیں اقلیتوں کے تحفظ کی صورت یہ ہو گی کہ شمال میں ہندو
 اقلیت اور ایک ہندو راجہ کے تحت رہا ست شہر جس میں مسلمان زیادہ
 آباد ہیں، جنوب میں مسلم اقلیت اور اعلیٰ حضرت حضور نظام کے تحت
 حیدرآباد کی اسلامی ریاست جس میں ہندو زیادہ آباد ہیں ایک دوسرے
 کے تحفظ کی ضمانت ہوں گی۔

تبادلہ آبادی اس اسکیم کے لئے تبادلہ آبادی کی ضرورت
 نہ ہو گی۔

(۴) سہ ملکتی اسکیم

یہ اسکیم علی گڑھ کے دو پروفیسر سید ظفر احسن اور محمد فضل حسین قادری صاحبان نے پیش کی ہے۔ اس اسکیم میں ہندوستان کو تینوں خود مختار اور آزاد ملکوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) پاکستان۔ پنجاب، صوبہ سرحد سندھ، بلوچستان، ریاستہائے کشمیر اور جوں، منڈی، چمپہ، سیکت، سمین، کپورتھلہ، مالیر کوٹہ، چترال، دیر، قلات، لوہارو، کوہسا، شملہ کی ریاستیں ریاست بھاولپور وغیرہ شریک ہیں۔

مجموعی آبادی (۲۲۲،۴۴،۴۹۳)

مسلمان (۲۰۳،۶۹،۵۳۸)

مسلم آبادی (۶۰،۶۳) فیصد

(۲) بنگال (بالتنٹائے اضلاع ہوڑہ و مدناپور) بہار ضلع پورنیہ اور آسام کا ضلع سلہٹ۔

مجموعی آبادی (۹،۲۳۲،۵۲۵)

مسلمان (۸،۱۰۸،۱۰۳)

مسلم آبادی (۵۴) فیصد

(۳) ہندوستان۔ بالتنٹائے حیدرآباد، پاکستان،

بنگال اور ان دیسی ریاستوں کے جو اس رقبہ میں واقع ہیں۔۔۔

۳۹
مجموعی آبادی (۲۱,۶۰,۰۰۰)

مسلمان (۲۰,۹۰,۰۰۰)

مسلم آبادی (۹,۷ فیصد)

(۴) حیدرآباد - بشمول حیدرآباد، برار اور علاقہ کرناٹک

مجموعی آبادی (۲,۹۰,۶۵,۹۸)

مسلمان (۲,۴۳,۰۱۰)

مسلم آبادی (۷,۷ فیصد)

(الف) دہلی بشمول دہلی، میرٹھ، روہتکھنڈ و علیگنڈھ -

مجموعی آبادی (۱,۲۶,۶۰,۰۰۰)

مسلمان (۳۵,۲۰,۰۰۰)

مسلم آبادی (۲۸ فیصد)

(ب) مالابار - بشمول مالابار و علاقہ جات ملحقہ جنوبی کنڑا

مجموعی آبادی (۴۹,۰۰,۰۰۰)

مسلمان (۱۴,۴۰,۰۰۰)

مسلم آبادی - (۲۷ فیصد)

آزاد شہر - اس کے علاوہ ایسے شہر جن کی آبادی پچاس ہزار یا اس سے زیادہ نفوس پر مشتمل ہو "آزاد شہر" ہوں گے جن کو داخلہ خود مختاری حاصل ہوگی ایسے شہروں میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً (۱۳,۸۸,۶۹۸) ہوگی۔ دیہاتوں میں جو مسلمان کچھ رہے ہوئے ہیں

انہیں ترغیب دی جائے گی کہ وہ ایسے قصوں میں جمع ہو جائیں جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔

تین آزاد ملک تیں پاکستان، بنگال اور ہندوستان تیں خود مختار اور آزاد ملک تیں ہوں گی جو باہمی داد و ستد کے اصول پر امن و جنگ کے لئے متحد ہوں گی، پاکستان اور بنگال مسلمانوں کیلئے اور ہندوستان ہندوؤں کے لئے قومی وطن تصور ہوں گے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک قلمی قوم تصور کیا جائے گا اور ایک متحد سیاسی ادارہ ان کی سرکاری نمائندگی کرے گا۔

ان ملکوں کو علیحدہ علیحدہ طور پر حکومت برطانیہ اور نائندہ تاج معاہدہ کرنے کا اختیار ہوگا۔

ان کے مابین یا ان کے اور حکومت برطانیہ کے مابین نزاعی امور تصفیہ کیلئے ایک مشترکہ عدالت ہوگی۔

اقلمیتیں یا قلمیتوں کو خواہ وہ مسلم ہوں کہ غیر مسلم (۱) بلحاظ آبادی نمائندگی (۲) جداگانہ انتخاب (۳) مشترکہ حفاظت عطا کئے جائیں گے جن کی تینوں ملک تیں ضامن ہوں گی۔

چیدراپاد اس اسکیم میں چیدراپاد کو خاص اہمیت دی گئی جو وزیر چیدراپاد ایترا کیا ہے کہ چیدراپاد برطانوی ہند سے معاہدات کی بنیاد پر خود مختار ریاست ہے اس کو برابر اور کرناٹک دیدیا جانا چاہئے کرناٹک کی دہلی سے چیدراپاد کو سمندری ساحل بلجائیگا اور نیو جینی ہند کے مسلمانوں کا مرکز ہوگا۔

تبصرہ

مندرجہ بالا چار اسکیموں پر حسب ذیل عنوانات کے تحت غور کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ نوعیت

ان چار اسکیموں کے بنجامین اسکیمیں یعنی ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب کی تہذیبی منطقوں کی اسکیم، ایکسپنجاہی صاحب کی اہدیہ ہند کی اسکیم اور اوپر پروفیسر صاحبان علی گڑھ کی سہ مملکتی اسکیم قومی وطن کی بنیاد پر ترتیب دی گئی ہیں۔ سرسکندہ کی حلقہ واری وفاق کی اسکیم خالص وفاق پر مبنی ہے اس کا مقصد مسلم یا غیر مسلم حلقوں یا منطقوں کا قیام نہیں ہے۔
جملہ اسکیمیں کل ہند بنیاد پر مرتب کی گئی ہیں۔

۲۔ منطقوں کا تعین

ہر اسکیم میں منطقوں یا حلقوں کا تعین مختلف طریقوں سے کیا گیا ہے
(۱) پنجابی اہدیہ ہند کی اسکیم میں جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔۔۔۔۔
صرف آبادی پیش نظر رہی ہے، چنانچہ اس لحاظ سے شمال مغربی و شمال

مشرقی منطقہ جن کی مسلم آبادی علیٰ الترتیب (۸۲ اور ۶۶) بتائی گئی ہے درست معلوم ہوتے ہیں لیکن محکم رقبوں کو علیٰ حساب جمع کر دیا گیا ہے مثلاً ہندو منطقہ ممبئی سے لیکر آسام تک اور مدراس سے لیکر صوبہ جات متحدہ تک پھیلا ہوا ہے اور (۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰) سرسند رجیات کی حلقہ واری وفاق کی ایکم کے حلقہ جات کا کوئی اصول سمجھ میں نہ آسکا۔ اس میں ایک طرف حیدرآباد کو احاطہ نہیں اور ممبئی صوبہ جات متوسط کی ویسی ریاستوں سے ملا دیا گیا ہے۔ جس کے ساتھ اس کو کوئی مناسبت نہیں دوسری طرف براہ کو جو حیدرآباد سے ملحق ہے اور جس پر حیدرآباد کو اقتدار حاصل ہے۔ راجپوتانہ کی ریاستوں اور بہار اور اڑیسہ کی ویسی ریاستوں سے ملا دیا گیا ہے۔

(۳۱) علی گڑھ کی سہ مملکتی ایکم میں بھی آبادی پیش نظر رہی ہے۔ اس ایکم میں مسلمانوں کے لئے جو شمال مغربی منطقہ تجویز کیا گیا ہے اس میں ہندو اور سکھ رقبہ جات کو بھی گھیر لیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس منطقہ کی مسلم آبادی اس قدر گھٹ گئی ہے کہ وہ معقول اکثریت نہیں کہلائی جاسکتی۔ اسی طرح شمال مشرقی منطقہ میں بہار کے ضلع پورنیہ کو داخل کر لیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہاں کے مسلمانوں کا فیصد بھی گھٹ گیا ہے۔

(۳۲) ڈاکٹر لطیف صاحب کی تہذیبی منطقوں کی ایکم میں تقسیم کی بنیاد تہذیب قرار دی گئی ہے جو ایک قابل فہم اور معقول بنیاد ہے۔ یہ منطقہ کے تعین کے لئے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں وہ مستحکم ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب

نے شمال مغربی اور شمال مشرقی منطقوں کے رقبہ، آبادی اور مسلمانوں کے فیصد کی صراحت نہیں کی ہے جس کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ رقبوں کی وسعت کہاں تک درست ہے۔

بہر حال منطقوں کا تعین کوئی اہم معاملہ نہیں ہے اس کو ڈاکٹر لطیف صاحب کی تجویز کے مطابق ایک شاہی کمیشن بہ آسانی طے کر سکتا ہے۔

(۳) نظام حکومت

سوائے مملکتی ایکم کے باقی تینوں ایکموں میں جملہ وحدتوں کو اچھٹے وفاق میں مربوط کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان چاروں ایکموں میں سے کس ایکم کا نظام ایسا ہے جو بحالات موجودہ ہندوستان اور مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہو سکتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے اہدیہ ہند کی ایکم کو لیجئے، اہدیہ ہند کی ایکم میں پانچ وفاق تجویز کئے گئے ہیں جو مختلف وحدتوں پر مشتمل ہیں۔ ہر وحدت کے لئے ایک گورنر اور ہر وفاق کے لئے گورنر جنرل اور پانچ گورنر جنرلوں پر ایک وائسرائے مقرر کیا گیا ہے۔ گورنر کو گورنر جنرل کے پاس اور گورنر جنرل کو وائسرائے کے پاس وفاقی ابواب اور دیسی ریاستوں کی ذمہ داریوں کی تکمیل کے لئے جواب دہ قرار دیا گیا ہے۔ اہدیہ اختیارات وائسرائے کے تفویض کئے گئے ہیں۔ وفاقی نمائندوں کی ایک اہدیہ مجلس تجویز کی گئی مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ اس مجلس کی نوعیت کیا ہوگی۔

اور اُس میں وائسرائے کی حیثیت کیا ہوگی۔

یہ سوال حل طلب ہے کہ کیا ایسا نظام حکومت جس میں سب کچھ گورنر اور گورنر جنرل اور وائسرائے ہوں ہندوستانیوں کو اپیل کر سکتا ہو۔ (۲) حلقہ داری وفاق کی اسکیم دستور ہند ۱۹۳۵ء کے نقش

کوٹری حد تک دور کرتی ہے۔ اس میں مرکز کو اقل ترین ابواب تک گھٹا کر اس کے اختیارات کو حلقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے جو بڑا ذی ہند اور دیسی ریاستوں کی وحدتوں پر مشتمل ہونگے۔ لیکن اس سے آزادی کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ وفاقی اقتدار کو وائسرائے اور ایک مجلس وزراء کے تفویض کیا گیا ہے جس کے صدر اور ارکان کا انتخاب وفاقی مقننہ کے ارکان سے وائسرائے کریں گے۔ اس کے ساتھ وائسرائے کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ پہلے (۲۰) سال تک مقننہ کے باہر سے دو وزراء کا تقرر کریں۔ جن کے سپرد امور خارجہ اور دفاع کے قلمدان ہوں گے اور جو وفاقی مقننہ کی تحریک عدم اعتماد سے متاثر نہ ہوں گے۔ تیزی بھی بتایا گیا ہے کہ اگر وفاقی حلقہ داری اور وحدتی مقننہ کے درمیان ابواب کی کوئی نزاع ہو تو وائسرائے کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

موجودہ حالات میں جب کہ ۱۹۳۵ء کی وفاقی اسکیم کو ملک کے اہم طبقوں نے یا نگلیہ طور پر مسترد کیا ہے اس کی توقع نہیں کہ اس کی اصلاح یا قیام صورتہ ان میں ممکن کرے گی۔

(۳) علی گڑھ کی اسکیم میں تین آزاد مملکتوں کے قیام اور مشترکہ ابواب

مثلاً دفاع، امور خارجہ وغیرہ کے انتظام کے لئے ان تینوں مملکتوں کے درمیان اشتراک عمل کی تجویز ایک اچھا حل پیش کرتی ہے۔ لیکن حاصل مجوزین نے اس کو ایک عام خاکہ کی صورت میں پیش کیا ہے جس کی پورے تفصیلات معلوم کئے بغیر کہ قطعی رائے کا اظہار دشوار ہے۔

(۴) ہندوستانیوں کی ایک جم میں قومی وطن کے نصب العین کو پیش نظر رکھ کر دور کا جو دستور تجویز کیا گیا ہے اس میں ہندوستان کے صوبہ جانتے اور ایسی ریاستوں کو ایک احادیہ میں مربوط کیا گیا ہے جس کی وحدتیں خود اور بااقتدار ہوں گی۔ اور جہاں ایسی ایک سے زیادہ وحدتیں تھیں مناسب رکھتی ہوں وہ ایک وفاق میں جمع ہو کر آزاد مملکت کی حیثیت حاصل کریں گی۔ مرکزی ابواب کو اقل ترین درجہ تک گھا دیا گیا ہے تاکہ ان وحدتوں یا مملکتوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی حاصل رہے۔ اس ایکم کی نسبت جو مملکتی ایکم سے زیادہ واضح ہو گا کر اجندہ پر شاد نے اپنی کتاب پاکستان میں رائے ظاہر کی ہے کہ ”اس ایکم پر کوئی سمجھوتہ ممکن ہے۔“

(۴) اقلیتیں

ہندوستان کا اصل مسئلہ اقلیتوں کا مسئلہ ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ یکم اقلیتوں کے مسئلہ کو کس حد تک حل کرتی ہیں۔

(۱) احادیہ ہند کی ایکم میں سوائے مسلمانوں کے دوسری اقلیتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، اور خود مسلم اقلیتوں کے متعلق یہ تجویز کی گئی تو

۴۶
 کہ مسلم رقبوں کی غیر مسلم اقلیتیں، غیر مسلم رقبوں کی مسلم اقلیتوں کے لئے ضمانت کا کام دیں گی۔ ظاہر ہے کہ یہ تجویز ناقابل عمل ہے۔
 (۲۱) حلقہ داری وفاقی اکیٹم میں اقلیتوں کو موثر تحفظات عطا کرنے کی تجویز کی گئی ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ ان تحفظات کی صورت کیا ہوگی اور ان کی پابندی کی ضمانت کیا ہوگی۔ البتہ مسلمانوں کو مرکزی مقننہ اور وفاقی عالمہ میں ایک ٹلٹ نشست عطا کرنے کی تجویز کی گئی ہے۔

(۲۲) ممکنہ اکیٹم میں اقلیتوں کے لئے تحفظات تجویز کر کے ہیں اور تینوں مملکتوں کو ان کا ضامن قرار دیا گیا ہے علاوہ ازیں ہندو مملکت میں مسلمانوں کے لئے ایک مستند سیاسی ادارہ کی نمائندگی کی تجویز کی گئی ہے۔ مگر یہاں بھی نہیں بتایا گیا کہ ضمانت کی صورت کیا ہوگی اور اس کو کون نافذ کرے گا۔ تاہم اکیٹم کے محاط سے اقلیتوں کے تحفظات کی غالباً اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

(۲۳) تہذیبی منظموں کی اکیٹم میں اقلیتوں کے مسئلہ کو تبادلہ آبادی کے ذریعہ حل کیا گیا ہے اور حقیقت میں اقلیتوں کے مسئلہ کا یہی ایک حل ہے، ورنہ اقلیتوں کے لئے فرقہ شناسی کی نیک نیتی یا ذاتی قوت یا تیسری بیخنی پر اعتماد کئے بغیر چارہ نہیں۔ فاضل مجوز نے ترکی اور یونان کی مثال دے کر اور قومی وطن کے فوائد بیان کر کے تبادلہ آبادی پر زور دیا ہے۔ لیکن جب تک قومی غیرت اور حریت کا شعور سہل اسکاری اور

ارضی اُس پر غالب نہ آجائے تبادُلہ آبادی کا نظریہ عملی جامہ نہیں پہن سکتا۔ چنانچہ مجوز نے اس کو محسوس کر کے عبوری دور کا ایک دستور تجویز کیا ہے، جس میں جملہ آفلیتوں کے لئے معین تحفظات رکھے گئے ہیں۔ مثلاً جداگانہ طریقہ انتخاب، بلحاظ اہمیت نمائندگی، مذہب، شخصی قانون اور تہذیب سے متعلق امور میں مراعات۔ سررشتہ جات عدالت اور پولیس و تعلیم عہدہ دار کا تقرر۔ پبلک سروس کمیشن میں نمائندگی۔ معاشی، سماجی اور تعلیمی ترقی کے لئے مجالس کا قیام وغیرہ جو اطمینان بخش کہے جاسکتے ہیں۔

۴۔ دہی ریاستیں

دہی ریاستوں کا جملہ اسکیموں میں لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۱) احدیہ ہند کی اسکیم میں گورنر کو گورنر جنرل کے پاس اور گورنر جنرل کو وائسرائے کے پاس ریاستوں سے متعلق فرائض اور ذمہ داریوں کی تکمیل کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس اسکیم میں دہی ریاستوں کی موجودہ سیاسی حیثیت برقرار رہے گی اور کوئی ترقی نہیں کی۔

(۲) حلقہ واری وفاق کی اسکیم میں دستور ہند باب ۳۵۷ء کی طرح ریاستوں کو حلقہ واری اور وفاقی مجالس مقننہ میں نمائندگی اور نیز وفاقی عاملہ میں دو یا تین ارکان کی نشستیں دی گئی ہیں مگر اس میں بھی اُن کے موجودہ سیاسی پوزیشن میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔

(۳) مملکتی اسکیم میں صرف حیدرآباد کے لئے سفارش کی گئی ہے،

کہ اس کو علاقہ جات برابر کرنا ٹھیک واپس دے کر آزاد مملکت قرار دیا جائے
دوسری ریاستوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

(۴) صرف تہذیبی مطلقوں کی اکیم میں نہ صرف حیدرآباد بلکہ دیگر
مسلم ریاستوں کی آزادی کے تحفظ کیلئے تحریک کی گئی ہے۔ حیدرآباد کو حیدرآباد
کی خاطر نہیں بلکہ برطانوی ہند کے مسلمانوں کی خاطر مسلمانوں کا
جنوبی منطقہ قرار دینے کی تجویز کی گئی ہے اور اس کی تائید میں قوی
دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ جمہوری دستور میں بھی ایسی ریاستوں کا خواہ
وہ ہندو ہو یا مسلم بطور خاص خیال رکھا گیا ہے۔

باب سوم
”قرار داد اولہور اور اس کے مضامین“

متذکرہ بالا اسکیموں کی روشنی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس
 بابۃ ۹۲ء میں جو قرار داد منظور کی گئی وہ حسب ذیل ہے :-
 (۱) ”کل ہند مسلم لیگ کا یہ اجلاس ہندوستان کے دستور
 مسئلہ کے متعلق لیگ کونسل اور مجلس عاملہ لیگ کے اس قدم
 کی توثیق کرتے ہوئے جس کی صلاحت مجالس متذکرہ کی ہے
 اگست ۱۹۲۷ء اور ۱۸ ستمبر اور ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۹ء اور ۲ فروری
 ۱۹۳۰ء کی قرار دادوں میں کی گئی ہے اس امر کا پُر زور
 اعادہ کرتا ہے کہ قانون حکومت ہند باب ۹۳ء میں جو وفاقی اکیم
 تجویز کی گئی ہے وہ اس ملک کے مخصوص حالات کے لحاظ
 بالکل ناموزوں اور ناقابل عمل اور مسلمانان ہند کے لئے
 ناقابل قبول ہے۔“

(۲) ”اگرچہ ملک معظم کی حکومت کی جانب سے وارنٹس
 بہادر کا ۸ اکتوبر ۱۹۴۹ء کا اعلان اس حد تک اطمینان
 بخش ہے کہ جس پالیسی اور خاکہ پر قانون حکومت ہند باقیہ
 رہے اس کی نظر ثانی ہندوستان کی مختلف جماعتوں
 فرقوں اور مفادات سے مشاورت کے بعد کی جائے گی۔
 تاہم یہ اجلاس یہ واضح کر دینا چاہتا ہے کہ مسلمان ہند
 اس وقت تک مطمئن نہ ہوں گے جب تک کہ پورے دستور
 خاکہ پر اسے نو غور نہ کیا جائے اور کوئی مرحلہ خاکہ اس وقت تک
 قابل قبول نہ ہوگا جب تک کہ وہ مسلمانوں کی رضامندی
 اور منظوری سے ترتیب نہ دیا جائے۔

(۳) ”طے پایا کہ کل ہند مسلم لیگ کے اجلاس کی یہ غور کرو
 رائے ہے کہ کوئی دستوری خاکہ اس ملک میں قابل عمل یا
 مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہ ہوگا جب تک کہ وہ
 حسب ذیل اساسی اصول پر مبنی نہ ہو۔

(الف) جزائری حیثیت سے ملحقہ و حدوتوں کے ایسے حلقے
 بنائے جائیں کہ ضروری علاقہ واری ترمیم و تبدیل کے بعد ان
 حلقوں کے جن رقبوں میں مسلمانوں کو تعدادی اکثریت حاصل
 ہے (جیسا کہ شمال مغربی اور شمال مشرقی حلقوں میں) انہیں بجا کر کے
 آزاد مملکتیں (Independent States) قائم کی جائیں

اور ان کی ترکیبی وحدتیں خود مختار (Autonomous) اور بااقتدار (Sovereign) ہوں۔

”ب (ب) نیز یہ کہ ان وحدتوں اور حلقوں میں جو اقلیتیں آباد ہیں ان کے مذہبی، تہذیبی، معاشی، سیاسی، انتظامی، اور دیگر حقوق اور مفادات کی حفاظت کے لئے انہیں کے مشورہ سے دستور میں کافی موثر اور آئینی (Mandatory) تحفظات بطور خاص درج کئے جائیں اور اسی طرح ہندوستان کے دوسرے حصوں میں جہاں مسلمان اقلیت ہیں، میں وہاں مسلمانوں کے نیز دوسری اقلیتوں کے مذہبی، تہذیبی، معاشی، سیاسی، انتظامی اور دیگر حقوق اور مفادات کی حفاظت کے لئے انہیں کے مشورہ سے کافی موثر اور آئینی تحفظات دستور میں خصوصیت کے ساتھ درج کئے جائیں۔

(۴) آخر میں یہ اجلاس مجلس عاملہ کو مجاز گردانتا ہے کہ ان اساسی اصول کے مطابق ایک دستوری ایکم مرتب کرے جس میں اس کا لحاظ رکھا جائے کہ دفاع، امور خارجہ، ریل و سائل چنگی اور دیگر امور کے اختیارات آخر کار مختلف حلقوں کو

حاصل ہوں۔“

۱۹۴۵ء

خلاصہ (۱) اس قرارداد کے پہلے فقرہ میں دستور ہند

کو ملک کے حالات کے لحاظ سے ناموزوں اور مسلمانوں کے لئے ناقابل قبول قرار دیکر مسترد کیا گیا ہے۔

Self
(determination) ۵۲
(۲) دوسرے میں حق حکومت خود اختیاری

کا بالواسطہ طور پر اثبات کیا گیا ہے۔

(۳) تیسرے فقرہ میں آئندہ دستور کے اساسی اصول بتلائے گئے ہیں۔

(۴) چوتھے فقرہ میں ان اساسی اصول پر ایک دستوری ایکم مرتب کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

توضیح پہلے اور دوسرے فقرے میں جو مطالبات درج ہیں ان کو وائسرائے اور وزیر ہند نے تسلیم کر لیا ہے۔

فقرہ (۱) اہم ہے اور اس قرار داد کی روح اور مسلمانان ہند کے مستقبل کی تعمیر کا سنگ بنیاد ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

”کوئی دستوری خاکہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہوگا جب تک کہ

وہ جب ذیل اساسی اصول پر مبنی نہ ہو :-

(الف) جن رقبوں میں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہے انہیں بچا کر کے آزاد مسلم ملکیتیں قائم کی جائیں جن کی ترکیبی وحدتیں خود مختار اور با اقتدار ہوں۔

(ب) غیر مسلم رقبہ میں مسلم اقلیتوں کے لئے اور مسلم رقبوں میں

غیر مسلم اقلیتوں کیلئے کافی موثر اور آئینی تحفظات دستور میں درج کئے جائیں۔“

(الف) میں آزاد ملکیتوں کے قیام کا جو مطالبہ کیا گیا ہے اسکی

نتیجہ یہ اصول کار فرما ہے کہ ہندوستان کو چند خود مختار اور آزاد ملکیتوں

میں تقسیم کر کے یہاں کی بڑی قوموں کے لئے جداگانہ قومی وطن فراہم کئے جائیں۔ مگر آزاد مملکتوں کے قیام کے لئے جو شرط اس فقرہ میں درج کی گئی ہے اس کے لحاظ سے اس اصول کا اطلاق جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے صرف شمال مغربی اور شمال مشرقی منطقوں پر ہوتا ہے۔ بقیہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(ب) میں بقیہ ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے تحفظات تجویز کئے گئے ہیں سوال یہ کہ کیا یہ تحفظات ان مسلمانوں کو جن کی تعداد تین کروڑ ہے مطمئن کر سکتے ہیں۔ عظیم کانگریسی دور حکومت میں تحفظات کا جو حشر ہوا اس کی نسبت قائم مقام سر خراج نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا تھا کہ:—

”میں کبھی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ کانگریس اور حکومت میں اس حد تک سمجھوتہ ہو جائے گا کہ ہماری مسلسل چیخ پکار کے باوجود گورنر انجان ہو جائیں گے۔ اور گورنر جنرل اپنے کو لاپرواہ محسوس کریں گے۔ ہم نے انہیں اپنے اور دوسری اقلیتوں سے متعلق خاص ذمہ ارایانہ دلائل اور وہ حکایتیں دلائے جو ہم سے کہ گئے تھے لیکن تحفظات قصہ پارینہ ہو چکے تھے۔“

لہذا اس تجسس بہ کی روشنی میں یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ ان تحفظات کی صورت کیا ہوگی۔ ان کو عملاً کس طرح نافذ کیا جائے گا خلاف ورزی کی صورت میں ان کو کونسی قوت منوائے گی ان کے منوانے کا طریقہ کار کیا ہوگا مگر یہ ایسے سوالات ہیں کہ دستور کی ترتیب کے بعد ہی ان کا جواب مل سکے گا۔

۵۴
بقیہ ہندوستان میں تین کروڑ مسلمان آباد ہیں یہ کوئی معمولی تعداد نہیں ہے۔ جب یورپ کی چھوٹی چھوٹی اقوام کو قومی وطن مل سکتے ہیں تو ہندوستان ان تین کروڑ مسلمانوں کا اس سے محروم رہنا مسلم لیگ کی توجہ کا محتاج ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اکٹھے نہیں ہیں لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ شمال اور جنوب میں ان کے لئے منطقے قائم کئے جائیں اور ان منطقوں میں انہیں بتدریج منتقل ہونے کی ترغیب دی جائے مگر خلیج نے ایک موقع پر فرمایا ہے کہ آبادی کے مسئلہ پر جہاں تک وہ ممکن العمل ہے غور کیا جاسکتا ہے یہ تبادلہ ظاہر ہے کہ اختلاف آب و ہوا اور دیگر امور کے مد نظر طویل مسافتوں پر یہی نہیں ہو سکتا اس کو ممکن بنانے کے لئے قریبی منطقے قائم کرنا ہونگے ایسے دو منطقے شمال میں صوبہ جات متحدہ اور جنوب میں حیدرآباد میں تجویز کئے جاسکتے ہیں۔

پانچویں فقرہ میں مجلس عاملہ کو ایک دستور مرتب کرنے کا مجاز دیا گیا اور یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جو دستور مرتب ہو اس میں اس کی رعایت رکھی جائے کہ مختلف حلقوں کی آزاد ملکیتوں کو دفاع و امور خارجہ وغیرہ کے اختیارات آخر کار عطا کئے جائیں ”آخر کار“ سے یہ مستخرج ہوتا ہے کہ ایک عبوری دور ایسا پیش نظر ہے جس میں یہ اختیارات کسی اور قوت کے ہاتھ میں رہیں گے، یہ قوت کون ہوگی؟ عبوری دور کی مدت کیا ہوگی؟ نوآبادیاتی مرتبہ ملنے کے بعد جب کہ یہ دستور نافذ ہوگا اس عبوری دور کی کیا ضرورت ہے؟ آزاد ملکیتیں دفاع و امور خارجہ کے اختیارات ایک

۵۵
کل ہند یکجم میں رہ کر نہا کیسے استقلال کر سکیں گی؟ ان آزاد مملکتوں کا
باہمی ربط کیا ہو گا؟ یہ امور بھی صراحت طلب ہیں جو دستور مرتب ہونے کے
بعد معلوم ہو سکیں گے۔

اس میں
بہر حال یہ قرار داد قومی وطن کے مطالبہ کا ابتدائی نقش ہے اور
ایک عام خاکہ پیش کیا گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تفصیلات سے عموماً
احتراز کیا گیا ہے کہ ہمیں یہ ذہنی انتساب دینا نہ کر دیں اور اصل تحریک سے
توجہ کو ہٹا کر لائننہا ہی مباحث کا دروازہ نہ کھول دیں۔ یہ خیال صحیح ہے
کہ اصل اصول کو منو ایسے کے بعد تفصیلات کا تصفیہ آسانی کیا جاسکتا ہے
لیکن اگر مسلم لیگ قومی وطنوں کے قیام کے طریقے پر زور دینے کی بجائے
اس اصول پر زور دے کہ ہندوستان کو قومی مملکتوں میں تقسیم کیا جائے اور
(۹) کروڑ مسلمانوں کو جو کسی طرح اقلیت نہیں کہلائے جاسکتے قومی وطن
دئے جائیں تو اس اصول کو تسلیم کرانے کے بعد یہ سوال کہ یہ قومی وطن
کہاں کہاں ہوں خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ شمال میں شمال مغربی
اور شمال مشرقی منطقوں اور جنوب میں مملکت حیدرآباد کے علاوہ کہیں
مسلمانوں کے لئے قومی وطن تجویز نہیں کئے جاسکتے اس لئے کہ شمال مغرب
اور شمال مشرق میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور حیدرآباد نہ صرف حیدر
سال سے مسلمانوں کا مرکز ہے بلکہ جنوب میں ہوائے اس مملکت کے کسی اور
حصہ کو مسلمانوں کا قومی وطن قرار دینا جغرافیائی وجوہ کی بنا پر ناممکن ہے
یہ تو کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں کو صرف شمال مشرقی اور شمال مغربی

منظقوں پر اکتفا کرنا چاہئے کیونکہ یہ منطقے (۹) کرڈر مسلمانوں کے لئے ناکافی ہیں اس طرح سے خود بخود مسلمانوں کو تین منطقے مل جائیں گے اور پاکستان کا نیا پورا ہو جائے گا یہ حالت موجودہ مسلم لیگ کے قومی وطن کے مطالبہ پر اکثریتی رقبوں کی شرط عائد ہونے سے یہ مطالبہ شمال مشرقی اور شمال مغربی منطقوں تک محدود ہو گیا ہے اور اس لحاظ سے قرارداد نظر ثانی کی محتاج ہے۔

مجلس خارجہ مسلم لیگ کی رپورٹ

ذیل میں لاہور کی قرارداد کے متعلق
..... آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس خارجہ کی رپورٹ درج کی جاتی ہے جس میں مجلس نے قرارداد کے مضمرات پر روشنی ڈالی ہے۔

مجلس کا کام

مجلس نے اپنے کام کی اس طرح صراحت کی ہے کہ :-
(۱) قرارداد لاہور کے مجوزہ اصول کو عملی جامہ پہنانے کے طریقے دریافت کرنا۔

(۲) یہ معلوم کرنا کہ لیگ کی قرارداد کے حنا کہ کو کس طرح غیر بڑاؤ ہند کے مسلمانوں پر حاوی کیا جاسکتا ہے۔

مجلس نے یہ محسوس کر کے کہ (۹) کرڈر مسلمانان ہند کا کوئی دستوری

۵۶
خاکہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں دیسی ریاستوں کو
شریک نہ کیا جائے۔ دیسی ریاستوں کو بھی شریک کر لیا ہے۔

شمال مغربی منطقہ

شمال مغربی منطقہ میں مجوزہ مسلم مملکت کی نسبت مجلس نے تحریر کیا ہے کہ
اس اصول کا لحاظ کرتے کہ جو بھی مملکت قائم ہو وہ ایسے علاقوں پر مشتمل ہونی
چاہئے جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہوں نیز اس افوس ناک حقیقت
کے پیش نظر کہ اس رقبہ میں دیسی ریاستیں پھیلی ہوئی ہیں جن کو سوائے
وفاق کے کسی اور طرح جذب نہیں کیا جاسکتا مجلس اس نتیجہ پر پہنچی ہے
کہ موجودہ صوبہ سندھ - برطانوی بلوچستان - صوبہ سرحد اور پنجاب کو
یکجا کر کے ایک وفاقی با اقتدار مملکت بنائی جائے اور شہر دہلی کو جو نہ صرف
اس منطقہ سے نسلی اور تہذیبی نسبت رکھتا ہے بلکہ مسلمانوں کی تاریخ سے
طویل عرصہ تک وابستہ رہا ہے اس میں ضم کر لیا جائے مجلس نے لکھا ہے کہ
اس کے روبرو یہ تجویز پیش کی گئی کہ پنجاب کی مشرقی سرحد کو آگے بڑھا کر
صوبہ متحدہ کا ایک حصہ اس میں شریک کر لیا جائے تاکہ علی گڑھ جو مسلم تہذیب
کا سب سے بڑا مرکز ہے مسلمانوں کے اس بڑے منطقے میں داخل ہو جائے
مگر اس کا حساب نہیں کیا جاسکا کہ اس عمل سے پنجاب کی مسلم آبادی کتنی
فیصد پر کیا اثر پڑے گا۔

۵۸ شمال مشرقی منطقہ

شمال مشرقی منطقہ کی آبادی (۳۲۳۶۰۰۱۳) بتائی گئی ہے جس کے
منجملہ (۲۰۳۲۰۰۶۳) مسلمان ہیں گویا مسلمانوں کا فیصد (۶۲.۷۵)
ہے اس منطقہ کے متعلق مجلس نے رائے ظاہر کی ہے کہ اس میں موجودہ
صوبہ جات آسام و بنگال (باستثناء ضلع بکورہ و مڈناپور) کے علاوہ
ہمارے ضلع پورنیہ بھی شریک کر لیا جائے جس کی آبادی نسلی اور تہذیبی
اعتبار سے بنگال کے قائل ہے۔ اس لحاظ سے اس منطقہ کی آبادی
حسب ذیل ہوگی :-

مسلمان (۳۰۸۷۶۴۲۱)

غیر مسلم (۲۶۱۳۴۵۲۵)

مسلمان فیصد (۵۲)

۲۔ منطقوں کی مسلم آبادی

ان منطقوں کی مجموعی آبادی کے متعلق مجلس نے بیان کیا ہے کہ ۶۹۳۱
کی مردم شماری کے بموجب ہندوستان میں مسلمان (۳۳۸۱۰۹۳۶۳) کے
منجملہ (۹۳۲۰۰۰۹) ہیں بھٹی کی اس اکیم کے تحت ہندوستان مغربی اور شمال مشرقی
دو منطقوں میں (۵۷۵۳۵۳۲) مسلمان محفوظ ہو جاتے ہیں جو حوالہ مسلم
آبادی کا (۷۲.۵) فیصد ہے۔

۵۹ دکن کا منطقہ

آگے چل کر مجلس نے ایک نئے منطقہ کی تجویز پیش کی ہے جس نے لکھا ہے کہ اگرچہ لاہور کی قرارداد میں برطانوی ہند کے مسلمانوں کی ضروریات کو مد نظر رکھا گیا ہے مگر مجلس یہ بتانا اپنا فرض سمجھتی ہے کہ مسلمانان ہند اور بقیہ مسلمانوں کے مفاد کیلئے یہ ضروری ہے کہ غیر برطانوی ہند میں جہاں مسلمانوں کا اثر غالب ہے وہاں اس کے تحفظ اور تواتر کی کوشش کی جائے، لہذا مجلس نے تجویز کی ہے کہ ایسی ایسی ریاستوں کو خواہ وہ بڑی ہوں یا چھوٹی جو سلطان یا بادشاہوں کے زیر حکومت ہیں مسلمانوں کے دستوری خاکہ کے اغراض کے لئے با اقتدار مسلم ملکیتیں قرار دیا جائے اور اس کو ایک بنیادی مطالبہ بنایا جائے۔

ملکت حیدرآباد کی حیثیت

ان مسلم ملکیتوں میں حیدرآباد کی حیثیت خاص ہے اس کا علاقہ وسیع ہے اور یہ دیگر مسلم یا ہندو ریاستوں کی طرح جاگیر کی نوعیت کی یا حکومت برطانیہ کی تخلیق کردہ نہیں ہے۔ یہ اپنے فطری اور تاریخی حقوق کی بنا پر ایک آزاد ملک ہے جس کے ساتھ حکومت برطانیہ نے باہمی منفعت کے لئے حلیف کی حیثیت سے معاہدے کئے ہیں اس ملک کو ان علاقوں پر بھی اقتدار حاصل ہے جو حضور نظام کی بعض فوجی خدمات کے لئے بطور انعام یا جاگیر برطانیہ کو دے گئے ہیں۔ جب برطانوی ہند کو نوآبادیاتی

درجہ ملے تو حضور نظام کی سابقہ حیثیت عود کر آئے گی اور چلہ علاقہ جات معاوضہ جن کو غلط طور پر علاقہ جات مفوضہ کہا جاتا ہے واپس دیئے جائیں گے۔ چنانچہ حیدرآباد کے مسلمانوں نے اس کا مطالبہ کیا ہے، مجلس لکھتی ہے کہ:-

”مناسب ہو گا کہ مسلم لیگ حضور نظام کی توسیع یافتہ مملکت کی آزادی اور وقار کے تحفظ کو اپنی کوششوں کا ایک مقصد قرار دے کیونکہ یہ مملکت برطانوی ہند کے مسلمانوں کے لئے غیر محدود قوت کا سرچشمہ ثابت ہوگی۔
... اور آئندہ چل کر مسلمان اس مملکت کو مسلمانان ہند کی روز افزوں قوت کے لئے مفید پائیں گے اس طریقہ سے یہ ریاست مسلمانوں کے اثر کا تیسرا وسیع منطقہ ہوگی جو شمال مغربی اور شمال مشرقی منطقوں کے ساتھ ملکر، مسلمانان ہند کا ایک مثلث بنائے گی۔“

ریاستوں کے ساتھ وفاق

مجلس نے اس امکان کی بھی تحقیق کی کہ کیا دیسی ریاستوں کو جو مسلم منطقوں کے متصل واقع ہیں مشترکہ اغراض کے لئے مسلم منطقوں کے ساتھ وفاق کے ذریعہ متحد کیا جاسکتا ہے یہ دیسی ریاستیں دیر، سوات، چترال، قلات، لاس بیلہ، خیبر پور، میرس، بھاؤ پور، کپورتھلہ، پیٹالہ، ناہہ، سیکیت، افریڈ کوٹ، جینڈ، مالیر کوٹلہ، لوہارو، یٹودی، دجانہ، چیمپہ، منڈی، خالصہ، ریاستہائے کوہ شکہ، سرمور، سیلاچ

اور کشمیر میں اگر یہ ریاستیں وفاق میں شریک ہو جائیں تو پھر منطقہ کے مسلمانوں کا فیصد (۵۸) ہوگا مجلس نے لکھا ہے کہ بعض وجوہ کی بنا پر راجپوتانہ کی ریاستہائے بیکانیر اور جیل میر کو بھی شریک کر لیا گیا ہے جس کے بعد مسلمانوں کا فیصد (۵۵) ہو جاتا ہے ۔

مشرقی مسلم منطقہ کے متعلق مجلس کا خیال ہے کہ ریاستہائے کوچ بہا تری پورہ ، مانی پور اور کوہ قاش کی ریاستوں کو وفاق میں شریک ہونے کی ترغیب دی جائے جس کے بعد مسلمانوں کا فیصد (۵۳.۳) ہو جائے گا۔

اقلیتیں

مجلس نے مسلم منطقوں میں اقلیتوں پر مختلف سرخیوں مثلاً پست اقوام سکھ ، عیسائی اور ہندوؤں کے تحت غور کیا ہے۔ اس تحلیل میں متذکرہ صدر اقوام کو ہندوؤں سے الگ ایک اقلیت قرار دیا گیا ہے ۔

مرکز

وفاق کے حوالہ سے مجلس نے لکھا ہے کہ لاہور کی قرار داد اس کی اجازت نہیں دیتی کہ مجوزہ حلقہ دارمی مملکتیں تفکیک یا تہ سی دفاع ، امور خارجہ اور کروڑ گیری وغیرہ کے اختیارات استعمال کرنے لگیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک عبوری دور ہوگا جس میں ایک ایسی کمیٹی جو سب کے لئے مشترکہ ہوگی ان اختیارات کا استعمال کرے گی مجلس نے لکھا ہے کہ اس ستم کی باہمی

۶۲
اشتراک عمل کی یہی صورت میں ضروری ہوگی، کیونکہ قرارداد کے تیسرے اصول کے تحت ہندو اور مسلم ریاستوں کے مابین کوئی نظام کے بغیر تعلقات کے تحفظات کا موثر نفاذ ناممکن ہوگا۔

مرکز کی ترکیب اور اختیارات

مسلمان وفاق سے خوش نہیں ہیں کیونکہ انہیں خوف ہے کہ ہندو اپنی اکثریتی قوت سے مسلمانوں پر غالب آجائیں گے، لیکن چونکہ قرارداد کے شرائط کی تکمیل کے لئے کوئی نہ کوئی مشترکہ انتظام لازمی ہے اس لئے کوئی متفقہ فارمولہ دریافت کرنے کی ضرورت ہے جس کے بموجب مسلمان مرکز میں غیر مسلموں کے ساتھ کامل مساوات کے ساتھ شریک ہو سکیں جملہ ابتدائی ملکیتیں جو با اقتدار کہلائیں گی اور جملہ دیسی ریاستیں جن کو کامل اقتدار واپس مل جائے گا آزادی اور رضامندی کے ساتھ آپس میں معاہدہ کے ذریعہ یہ مشترکہ یہی قائم کریں گی جو ان ملکیتوں کی جانب سے ان مخصوص ابواب کی نگرانی کرے گی جو اس کے تفویض کئے جائیں گے اس ضمن میں اس امر کی صراحت بطور خاص کر دی جائیگی کہ (الف) جملہ غیر مصداق اختیارات انفرادی ملکیتوں کو حاصل رہیں گے۔ (ب) ابواب مفوضہ جہاں تک کہ ان کا تعلق ملکیتوں سے ہے ملکیتوں کے ماتحت ہوں گے۔

(ج) عالمہ اور دوسرے اداروں میں مسلمانوں کے لئے نصف

مرکزی ابواب

جو ابواب مرکزی ادارہ کے تفویض کئے جائیں گے وہ امور خارجہ، دفاع، رسل و رسائل، جنگی، تحفظات اور خود اختیاری نقل مقام ہوں گے۔

دفاع۔ دفاع اور نقل مقام کا انتظام حسب ذیل شرائط کا تابع ہوگا۔
(الف) ہر مملکت اپنے صرفہ سے ایک فوج رکھے گی جس کی تعداد اور قوت کا انحصار مملکت کے محل وقوع کی اہمیت پر ہوگا۔ جس کی صورت معاہدہ میں کر دی جائے گی، مرکز ہر مملکت کے فوجی اخراجات میں اس کی قوت کے لحاظ سے حصہ لے گا۔ عام زمانوں میں ہر مملکت کی فوج اس مملکت کے محکمہ فوج کے زیر انتظام رہے گی اور مرکز صرف اس کی نگرانی کرے گا۔ لیکن جنگ کے زمانہ میں فوج کا پورا انتظام مرکزی آجینسی کے تحت آجائے گا۔

(ب) بحریہ بالکل مملکت کے تحت ہوگا، باستثناء ان مراعات کے جن کی ساحلی مملکتوں کو ضرورت ہو۔

خود اختیاری نقل مقام مرکزی ادارہ کا ایک وظیفہ یہ ہوگا کہ وہ ہندو اور مسلمانوں کے باہمی نقل مقام میں جہاں جہاں ضرورت ہو سہولت پیدا کرے تاکہ ان میں حفاظت کا احساس ترقی پاسکے اس

۶۴
غرض سے ہر ملک میں ضروری قانون پاس کیا جائے گا اور نقل مقام
کے انتظام اور متروکہ جائیداد کے معاوضہ کے تعین کے لئے ایک محکمہ
قائم کیا جائے گا۔

تحفظات

مسلمانوں کے منطقہ میں تحفظات کے مسئلہ کو مجلس نے نظر انداز کر دیا
کیونکہ مجلس کی رائے میں اس پر اسی وقت غور ہو سکتا ہے جب کہ مسلم لیگ
کی مجلس عاملہ ابتدائی ملکیتوں کی تفصیل اور ان کے باہمی تعلق کی نسبت کوئی
اصول طے کرے۔

اختتامِ رپورٹ میں بتلایا گیا ہے کہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ
اس مجلس کے تجاویز کے خاکہ کو قبول کرے تو انجیم کی تائید میں دلائل پیش
کئے جائیں گے۔

یہ رپورٹ مجلس عاملہ مسلم لیگ کے زیر غور ہے۔

باب چہارم

اعترضات اور ان کے جوابات

قرار داد لاہور کی منظوری کے بعد گزشتہ ایک سال میں قومی وطن کی تحریک نے ملک میں جو رد عمل پیدا کیا ہے وہ اس کی کامیابی کی دلیل ہے۔ یہ رد عمل مختلف حلقوں میں مختلف نوعیت کا ہے، کانگریس اور مہا سمجھا اس تحریک کو مخالف قوم اور مخالف وطن تحریک سمجھتے ہیں تو ہندو اقوام اور جنوبی ہند کی ڈراویڈی اقوام کے لئے اس میں رازہ بجا پہنچا ہے، مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس کو ہندو مسلم مسئلہ کا دائمی حل تصور کرتا ہے تو ایک اقلیت ایسی بھی ہے جو اپنے ذاتی اغراض کے لئے اس کی افادیت کے متعلق شکوک و شبہات پھیلا رہی ہے۔ ان طبقوں سے ہٹ کر بعض اس کو ناقابل عمل سمجھتے ہیں اور بعض اس کی سیاسی بنیاد سے موسوم کرتے ہیں۔ غرض رد عمل ہر جگہ موجود ہے جس سے

اس تحریک کی قوت کا اندازہ ہوتا ہے، ذیل میں ہم مختلف عنوانات کے تحت اس رد عمل کی اعتراضی صورتوں پر غور کریں گے۔

کانگریس اور مہاجدین کا اتحاد
کانگریس اور مہاجدین کا اتحاد
کانگریس اور مہاجدین کا اتحاد

وطن تحریک ہے، اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ ہندوستان ایک جغرافیائی وحدت ہے اور اس میں ایک قوم آباد ہے، فی الحقیقت ہندوستان ایک جغرافیائی وحدت نہیں، بلکہ کئی وحدتوں کا مجموعہ ہے یہ ملک ہمیں براعظم ہے۔ روس کو چھوڑ کر سارے یورپ کے برابر ہے۔ اس کا ایک گوشہ جس میں پنجاب، کشمیر، صوبہ سرحد، بلوچستان اور سندھ واقع ہیں، یورپ کے (۹) مختلف ممالک، سپانیا، سوئٹزرلینڈ، آسٹریا، البانیا، چکوسلوواکیا، لیتھوانیا، ہالینڈ، بلجیم اور آئرلینڈ کے مساوی ہے۔

ہندوستان وحدت نہیں | ہندوستان کی وحدت کا تصور دراصل ایک حکومت کے تصور پر مبنی ہے مسلمانوں

کی آمد کے قبل ہندوستان کئی خود مختار راجدھانیوں میں منقسم تھا۔ پہلے مسلمانوں نے اپنے ہمہ گیر تسلط سے اس میں وحدت پیدا کی لیکن جب مغلیہ سلطنت کو زوال آیا تو یہ صورت باقی نہیں رہی، اور اب جب کہ حکومت برطانیہ اس کو آزادی عطا کر رہی تو یہاں مختلف ملکوں کے قیام کا سوال فطرتاً پیدا ہو گیا ہے۔

۶۷
 اول تو تقسیم کا لفظ جن معنوں میں استعمال کیا جا رہا ہے اس کا اطلاق
 مسلمانوں کے مطالبہ پر نہیں ہوتا۔ جہاں کانگریس نے لسانی بہت سیاد پر
 ہندوستان کو تقسیم کرنے کی تجویز کی تھی جو ایک فروغی بنیاد تھی وہاں
 مسلمان تہذیبی اور ملکی بنیاد پر اس کے مختلف صوبہ جات کو تقسیم نہیں
 بلکہ از سر نو ترتیب دینا چاہتے ہیں۔ تقسیم مرکزی اقتدار کی ہے نہ کہ
 ملک کی۔

یورپ کی مثال | اس سے قطع نظر جب یورپ کے اسی قدر رقبہ
 میں بیسیوں ممالک اور بیسیوں حکومتوں کا درجہ
 قبال اعتراض نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں چند آزاد
 حکومتوں کے قیام سے کونسی قیامت پیدا ہوتی ہے اور اس کو کیوں
 ایک مرکز کے تحت رکھنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

متحدہ قومیت | رہی متحدہ قومیت کی بحث پہلے باب میں
 کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں متحدہ قومیت
 ایک مفروضہ ہے۔ یہاں ہندو مسلم اتحاد تو بڑی چیز ہے، خود ہندوؤں میں
 کوئی اتحاد نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ متحدہ قومیت میں کیا نیکی چھپی ہوئی
 ہے اور اس کے خلاف ہر آواز کو کیوں مٹھون قرار دیا جاتا ہے۔ کیوں
 حقائق کو بید سے طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ہندوستان میں متحدہ
 قومیتوں کا وجود کوئی راز نہیں ہے جس کو پروگنڈہ کا ذریعہ بنایا جاتا
 اور کسی قوم کی طرف سے کوئی جائز مطالبہ ہو تو اس کو فرقہ واریت

کہہ کر بدنام کیا جائے۔

پنڈت نہرو کا اعتراض | چنانچہ پنڈت جواہر لال نہرو فرماتے ہیں کہ :-

”ہندوستان میں فرقہ واریت، خدمات میں حصہ اور جاس مقننہ میں نمائندگی کے لئے پیدا ہوئی، اب اس نے علانیہ مخالف قوم اور مخالف جمہوریت تحریک کی صورت اختیار کر لی ہے اور ہندوستان کی تقسیم کا مطالبہ کر رہی ہے۔ نہ ہی گروہوں پر مثل سیاسی جماعتوں کا نظریہ جو یورپ میں قومیت کے سلاخ میں بہہ گیا، دوبارہ زندہ کیا جا رہا ہے، یہ ایسا ہی تھوڑے بیساکہ اسلام کے خلاف عیسائیوں کی صلیبی جنگ۔ یہ عجیب بات ہے کہ قدیم ہندوستان میں بھی یہ نظریہ کبھی پیدا نہیں ہوا یہاں ہر قوم کا خیر مقدم کیا گیا، جب مسلمان حکمران ہوئے تو انہوں نے یہاں کی دو بڑی اقوام کو ملا کر ایک قومیت پیدا کرنے کی کوشش کی اور اب جب کہ قومیت کی جنگ بین الاقوامیت لے رہی ہے تو قومیت سے بھی زیادہ جنگ مسلح اختیار کیا جا رہا ہے نیز اب جب کہ دنیا قوموں کے ایک حقیقی وفاق کی طرف بڑھ رہی ہے تو ہندوستان کو مختلف

حصوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔“
پنڈت جی کو جواب :- پنڈت جواہر لال نہرو نے مسلمانوں

۶۹
 قومی وطن کی تحریک کو غلط روشنی میں پیش کیا ہے، آپ نے اس کو فروغ دینے سے موسوم کیا ہے، سوال یہ ہے کہ فرقہ واریت کیا چیز ہے، کیا کسی مسلمان کا یہ کہنا کہ میں مسلمان ہوں اور ہندو کا یہ کہنا کہ میں ہندو ہوں کوئی جرم ہے۔ پنڈت جی کو مسلمانوں پر کیوں غصہ آتا ہے اگر مسلمان ایک مصنوعی قومیت میں مدغم ہونا نہیں چاہتے۔ اور ہندوؤں کا تحفہ عشق بننا نہیں چاہتے۔ پنڈت جی مسلمانوں کو قوم نہیں سمجھتے بلکہ مذہبی گروہ تصور کرتے ہیں اور مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کو عیسائیوں کی صلیبی جنگ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ واقعتاً کو توڑ ٹوڑ کر پیش کرنے کی یہ کوشش پنڈت جی کے شایان شان نہیں ہے۔ اسلام کے خلاف عیسائیوں کی صلیبی جنگ سے مسلمانوں کی قومی وطن کی تحریک کو کیا تعلق ہو سکتا ہے، اس کا اندازہ ہر شخص بخوبی کر سکتا ہے۔

پنڈت جی کا یہ بیان ہے کہ اب جب کہ قومیت کی جگہ بین الاقوامیت لے رہی ہے مسلمان قومیت سے بھی زیادہ تنگ مسلک اختیار کر رہے ہیں۔ یہاں پر قومیت کے لفظ سے کھیل گیا ہے۔ مسلمان یہ نہیں کہتے کہ وہ قوم نہیں ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہندوؤں کی قوم کا جز نہیں بن سکتے۔ ان کا یہ کہنا ہندوؤں کے ساتھ اختلافات کے مد نظر بالکل بجا اور درست ہے، اس مطالبہ کا بین الاقوامیت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، اگر بین الاقوامیت کے معنی یہ ہیں کہ ایک

قوم دوسری قوم کو ہضم کر جائے تو یقیناً پنڈت جواہر لال نہرو کو مایوس ہونا چاہئے۔ لیکن اگر بین الاقوامیت کے معنی یہ ہیں کہ جملہ اقوام اپنی اپنی جگہ رہ کر اور اپنی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے دوسری اقوام کے ساتھ رشتہ اتحاد قائم کریں اور اس طرح سب قومیں متحد ہو کر دنیا کے امن اور فلاح و بہبود کے لئے کوشش کریں تو مسلمان بھی چاہتے ہیں۔ ان کا مطالبہ ”جیوا اور جینے دو کے زرین اصول پر مبنی ہے۔“

آزاد ملکوں کی مثالیں | ہر قوم کے لئے آزاد ملکوں کا قیام کوئی نئی چیز نہیں ہے ہم کو یورپ میں اس کی

متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً آسٹریا، ہنگری میں جہاں ایک ہی مذہب یعنی رومن کیتھولک کے پیرو عرصہ دراز سے ایک ہی سلطنت کی رعایا کی حیثیت سے ایک قسم کے روایات، ایک قسم کے رسم و رواج ایک قسم کی تہذیب اور ایک قانون کے تحت زندگی بسر کر رہے تھے، جنگ عظیم کے بعد ورسلز کانفرنس میں حق حکومت خود اختیاری کے تسلیم کیے جانے پر پانچ مختلف ممالک مثلاً چیکوسلوواکیا، ہنگری، آسٹریا، پولینڈ اور یوگوسلاویا میں منقسم ہو گئے۔

اسی طرح ترکی میں کئی قومیں آباد تھیں، ترکی نوجوانوں کی عجم اتحاد و ترقی نے ان میں اتحاد و قومی شعور پیدا کرنے کی کوشش کی، یورپی اور یونانی بھائی بھائی بیکارے جلتے تھے۔ ترکی کی پہلی قومی پارلیمنٹ میں جملہ مذاہب و اقوام کو نمائندگی عطا کی گئی تھی، جدید دستور میں ہر قوم

اور مذہبِ مسلم اور غیر مسلم کے لئے تحفظات تجویز کئے گئے تھے، مگر یہاری
کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ عربوں، آرمینیوں اور یونانیوں نے جنگِ
غلیم کے بعد علیحدگی اختیار کر لی۔

ایشیائے کوچک میں دس لاکھ یونانی، دس لاکھ آرمینی اور دس
کرود آباد تھے جس کی بنا پر جنگ کے بعد اتحادیوں نے آرمینیوں کیلئے
ایک آزاد سلطنت قائم کر دی اور سمیرنا اور ساحلی رقبہ کو یونان کے سپرد
کرنے کا فیصلہ کیا۔ اگر ترک یونانیوں کو جھگانہ دیتے اور تنہا دلہ آبادی
کے اصول پر رقبوں کی داد و ستد بخرتے تو آج سمیرنا ترکی کے قبضہ
میں نہ ہوتا۔

روس میں بھی شاہانِ روس کی کوششوں کے باوجود روس کی مغربی
سرحد پر وہاں کی مختلف قومیتوں نے پانچ حکمتیں۔ فنلینڈ، استونیا
لیٹویا اور لیتھوانیا اور پولینڈ قائم کر لیں۔

یہی حال ہالینڈ اور بلجیم کا ہے ان ممالک کے باشندے عیسائی
میں مگر بلجیم میں رومن کیتھولک رہتے ہیں اور ہالینڈ میں پروٹسٹنٹ چنانچہ
محض اس بنا پر بلجیم اور ہالینڈ والوں نے دو علیحدہ علیحدہ سلطنتیں
قائم کر لیں۔

اس آئرلینڈ کو بھی جس میں ایک ہی مذہب کے پیرو آباد ہیں لیکن
رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے فرق کی وجہ سے اس آئرلینڈ سے
علیحدہ ہے۔

کر دترکی کی مشرقی سرحد پر آباد ہیں اور ترکوں کے ہم مذہب ہیں
 کبھی کبھی ترکی سے علیحدہ سلطنت قائم کرنے کے لئے بغاوت کرتے
 رہتے ہیں، ان کردوں سے پیڈت جو اہرلال نہرو نے اپنی کتاب
 ”تاریخ عالم کے چند مناظر“ میں ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ نے
 لکھا ہے کہ:۔

”کردوں کے نمائندوں نے ورسائی کانفرنس میں قومی آزادی
 کا مطالبہ کیا تھا، اگرچہ ان کی بغاوت مذہبی بنا پر تھی تاہم
 اس میں قومیت کا عنصر بہت زیادہ تھا، مگر کمال پاشا نے کردوں
 کو برصغیر کے ساتھ پھیل دیا۔ کردی لیڈروں شیخ سعید اور ڈاکٹر خواجہ
 کو بھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ اس طریقہ سے ترکوں نے جو آزادی
 کے لئے لڑ رہے تھے، کردوں کو جو اسی آزادی کے خواباں تھے
 پھیل کے رکھ دیا۔ ۱۹۲۹ء میں کردوں نے پھر بغاوت کی۔ اس
 مرتبہ بھی ان کو سخت دھچکائی لیکن کیا کوئی ایسی قوم کو ہمیشہ
 کے لئے پھیل سکتا ہے جو آزادی کے لئے مہربان اور اس کی قیمت
 ادا کرنے کے لئے تیار ہو۔“

جہاں کردوں سے متعلق جن کی تعداد دس پندرہ لاکھ سے زیادہ
 نہیں پیڈت جو اہرلال نہرو نے یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ وہاں نو کروڑ
 مسلمانوں کی آزادی کے مسئلہ کو مذہب، قومیت اور فرقہ واریت قرار
 دیکر نظر انداز کیا اور اس کی مخالفت کرنا غور طلب ہے۔

۷۳
مدافعت | ہندوؤں کی جانب سے اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ ہندوستان
 کی مدافعت اس تقسیم سے کمزور ہو جائے گی۔ لیکن اعتراض
 بھی صحیح نہیں ہے۔ مدافعت پورے ملک کی مختلف مملکتوں کا مشترکہ
 مفاد ہے۔ اس مدافعت کو کوئی مملکت خود اپنے وجود و بقا کی خاطر
 نظر انداز نہیں کر سکتی۔ جملہ مملکتیں آزادانہ طور پر کسی مشترکہ ایجنسی کے
 ذریعہ اس فرض کو اب سے زیادہ ترقی یافتہ احساس ذمہ داری کے
 ساتھ انجام دے سکتی ہیں۔

کانگریس کا مقصد | کانگریس اور مہا بھارتن امور کو بخوبی سمجھتے ہیں
 لیکن ان کی مخالفت کی وجہ صرف یہ ہے کہ
 مسلمانوں کا مطالبہ ان کے مقاصد کے خلاف پڑتا ہے وہ چاہتے
 ہیں کہ حکومت برطانیہ نے ہندوستان کے محض حالات کو نظر انداز
 کر کے یہاں جس طرز حکومت کی داغ بیل ڈالی ہے۔ اس سے فائدہ
 اٹھا کر ہندو راج قیام کریں اور یہاں کے جملہ باشندوں پر حکومت کریں
 چنانچہ کانگریسی دور حکومت سے ان کے ان خصیہ عزائم کا انکشاف
 ہو چکا ہے۔

ایک ہم ناقابل عمل نہیں | جو لوگ اس سکیم کو ناقابل عمل سمجھتے ہیں
 ان سے دریافت طلب ہے کہ ناقابل عمل
 سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے ان کا اشارہ تبادلہ آبادی کی طرف ہے
 تو معلوم ہونا چاہیے کہ تبادلہ آبادی لازمی نہیں ہے۔ ہر اقلیت خواہ

ہندو ہو کہ مسلمان چند مخصوص تحفظات کے ساتھ جہاں چاہے زندگی بسر کر سکتی ہے۔

سیاسی نجات نہیں | جو لوگ اس کو سیاسی نجات تصور کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تخریک کسی اچانک تغیر حالت کا نتیجہ نہیں بلکہ ہندوستان کی بین الفرقہ سیاسی تاریخ کا منطقی نتیجہ ہے۔ مسلمان اتحاد و اتفاق کا ہاتھ بڑھاتے بڑھاتے ٹھک گئے انہوں نے اپنے حقوق و مفادات کی حفاظت کرتے ہوئے ہندوؤں سے سمجھوتہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ ہندو ایسے سمجھوتے سے ہمیشہ گریز کرتے رہے اگر کبھی سمجھوتہ ہو بھی گیا تو انتہا پسند عناصر کو شہ دیکر اس کو رو بہ عمل آنے نہ دیا گیا، ابتدا میں مسلمان یہ سمجھتے رہے کہ امن کامی کے ذمہ دار انتہا پسند عناصر ہیں لیکن رفتہ رفتہ ہندوؤں کی ذہنیت کا اختلاف ہوتا گیا، ۱۹۲۰ء میں مسٹر جناح کا انگریزوں سے علیحدہ ہو گئے ۱۹۲۲ء میں مولانا محمد علی مرحوم کو اپنی یاہوسی کا اعلان کرنا پڑا ۱۹۲۲ء میں نہرو رپورٹ نے اس ذہنیت کو کھلے بندوں پر نقاب کھینچا اور آخر کا ۱۹۳۱ء کی گول میز کانفرنس میں اس پر ہر تصدیق لگ گئی۔ اس کے بعد تھوڑی بہت امید جو رہ گئی تھی وہ کانگریسی دور میں ختم ہو گئی ان حالات میں مسلمانوں کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ یا تو وہ ہندوؤں کے دست نگر ہو جائیں یا اپنی نجات کی کوئی راہ تلاش کریں۔ چنانچہ مسلمانوں نے یہ راہ تلاش کر لی کہ انشا اللہ وہ اس راہ کو نہیں سہیں گے۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اس مطالبہ سے ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ معرض التوا میں پڑ جاتا ہے یہ بھی صحیح نہیں۔ آزادی کا مسئلہ اب جب کہ مختلف اقوام ایک دوسرے سے برسرِ پیکار میں ملتوی ہے اور حکومت برطانیہ اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔

وائسرائے نے اعلان کیا ہے کہ اگر بیاں کی اقوام کسی سمجھوتہ پر پہنچ جائیں تو اس سمجھوتہ کی بنا پر مسئلہ کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے ایسی صورت میں کیا موجودہ اختلافات کو علیٰ حالہ برقرار رکھنے سے آزادی معرض التوا میں ہی ملکانوں کے حقوق مطالبہ کو تسلیم کر کے اور ہر قوم کو ایک علیحدہ وطن عطا کر کے متحدہ طور پر مطالبہ کرنے سے آزادی جلد حاصل ہو سکے گی۔

ایک اور سوال یہ کیا جاتا ہے کہ کیا حکومت برطانیہ اس مطالبہ کو تسلیم کرے گی۔ حقیقت میں اس مطالبہ کو حکومت برطانیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے حکومت برطانیہ نوآبادیاتی درجہ عطا کرنے کے بعد ملک سے بے تعلق ہو جائے گی یہ مسئلہ اندرونی انتظام کا ہے اور اس کا تصفیہ بیاں کی اقوام کو بطور خود کرنا پڑے گا۔

فرقہ وارانہ حل بعض حلقوں میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے فرقہ وارانہ مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس اسکیم سے فرقہ وارانہ کشمکش ختم نہیں ہو جائے گی۔ لیکن یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس اسکیم سے ہندو اور مسلمانوں کے سیاسی اختلافات

۷۶
 رفع ہو جائیں گے جس کا عوام کی ذہنیت پر مفید اثر پڑے گا۔ علاوہ ازیں
 آزاد مملکتوں کے قیام سے ہر مملکت کے باشندوں میں اپنے مہا یوں کے
 ساتھ لچھے سلوک اور رواداری کا ذمہ دارانہ احساس پیدا ہوگا۔ اور
 اس طرح فرقہ وارانہ تصادم کے امکانات بہت بڑی حد تک گھٹ جائیں گے۔
 اس لحاظ سے یہی ایک فرقہ وارانہ مسئلہ کا موثر حل ہے۔

ایکیم کے فوائد | بہر حال اس ایکیم کے فوائد حسب ذیل ہیں :-

(۱) یہ ایکیم ہندوستان کے دستور میں شامل ہے
 (۲) اس ایکیم کے ذریعہ ہندوستان کی ہر قومیت کو ایک قومی طن
 مل جاتا ہے جہاں وہ آزادی کے ساتھ زندگی بسر کر سکتی اور اپنے طور پر
 ترقی کر سکتی ہے۔

(۳) اس ایکیم کے ذریعہ اقلیتی قومیں اکثریتی قوم کی دست برداران
 ہو جاتی ہیں، چنانچہ ہندو قوم اور جنوبی ہند کی قومیں اسی لئے اس کی تائید کرتی ہیں۔
 (۴) یہ ایکیم فرقہ وارانہ مسئلہ کا واحد حل ہے۔

(۵) اس ایکیم کی بدولت جملہ اقوام متحدہ کو کمال آزادی کا سطح
 کر سکتی ہیں جو موجودہ اختلافات کے دور میں ممکن نہیں ہے۔

مسئلہ لیگ

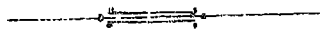
عام اصول | مسلم لیگ کے ہمیں یہ کہنا ہے کہ اس نے جو قدم اٹھایا
 ہے وہ صحیح ہے لیکن اس کو مضبوط کرنے اور آگے بڑھانے

کی ضرورت ہے جیسا کہ قرارداد اور اس کے مضمرات کے تحت بتایا گیا ہے۔ مسلم لیگ کے مطالبہ کا اساسی اصول یہ ہونا چاہئے کہ ہندوستان کو قومی یا ہندوستانی بنیاد پر آزاد ملکوں میں تقسیم کیا جائے یہ ایک جامع اور مانع اصول ہوگا اور اس کا اطلاق پورے ہندوستان پر ہوگا۔ مسلم لیگ کا یہ اذعان ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ کا واحد حل پاکستان ہے ایسی صورت میں اس کو ایسا ہی کوئی ایک عام اصول پیش کرنا چاہئے بحالت موجودہ مسلم لیگ کی قرارداد کا اصول صرف صوبجات شمال مشرق و شمال مغرب پر منطبق ہوتا ہے۔

اقلیتیں | نیز گزشتہ باب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ملحقہ اکثریتی رقبوں کی شرط سے بقیہ ہندوستان کے سارے مسلمان جن کی تعداد میں کڑوڑے چھوٹ گئے ہیں ان مسلمانوں کیلئے تحفظات تجویز کئے گئے ہیں لیکن تحفظات پر اب مسلمانوں کا اعتماد باقی نہیں رہا مسلم لیگ کو ان کے لئے کوئی نہ کوئی اطمینان بخش صورت نکالنی چاہئے۔

مرکز | مسلم لیگ کی قرارداد میں ایک اور چیز کی وضاحت نہیں کی گئی ہے اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ مختلف آزاد ملکوں کا ارتباط کس اصول پر ہوگا؟ آیا یہاں وفاق قائم کیا جائے گا یا اتحاد تجویز کیا جائے گا۔ فقرہ (۴) میں لفظ ”آخر کار“ سے ایک تیسری یا چوتھی کی طرف اشارہ نکلتا ہے، مگر اس کی وضاحت ضروری ہے

جیسا کہ مسلم لیگ کی مجلس خارجہ کی رپورٹ میں
 دیسی ریاستیں | بتایا گیا ہے کہ کوئی کل ہند ایکم دیسی ریاستوں
 کو حذف کر کے مرتب نہیں کی جاسکتی۔ یہ دیسی ریاستیں مسلم اور ہندو
 منطقوں سے گھری ہوئی ہیں اور جب برطانوی ہند کو نو آبادیاتی درجہ
 ملے تو اس میں دیسی ریاستیں بھی شریک رہیں گی اس کے علاوہ ایک
 کل ہند ایکم میں دیسی ریاستوں کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔
 یہ چند امور مسلم لیگ کی توجہ کے محتاج ہیں۔ ہمیں یہ توقع رکھنی
 چاہیے کہ مسلم لیگ اپنی ایکم کی ترتیب کے وقت ان پر غور کرے گی۔



باب پنجم موجودہ دستوری صورتحال

اس باب میں وائسرائے بہادر اور وزیر ہند کے اعلانات کے وہ اقتباسات درج کئے گئے ہیں جن سے ہندوستان کی موجودہ دستوری صورت حال پر روشنی پڑتی ہے۔

دستوری ترقی کا مقصد | یہ سوال کہ ہندوستان کے بارے میں ملکِ معظم کی حکومت کے کیا عزائم اور ارادے ہیں اس بارے میں سابق وزیر ہند کے ۶ فروری ۱۹۳۵ء کے بیان کا حوالہ دینا ہی کافی سمجھتا ہوں جو انہوں نے دارالعوام میں ملکِ معظم کی حکومت کی جانب سے ذمہ دارانہ طور پر دیا تھا۔ یہ بیان ملکہ کی پوری وضاحت کرتا ہے اس میں ۱۹۱۹ء کے دستوری تہدید میں بیان کردہ وعدہ کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ

ملک معظم کی حکومت کا ہر گز یہ ارادہ نہیں ہے کہ اس وعدہ کو واپس لے۔
 ”نیز یہ بیان اُس تعبیر کی بھی پُر زور تائید کرتا ہے جو ملک معظم کی
 حکومت کی جانب سے لارڈ ارون نے بحیثیت وائسرائے ۱۹۲۹ء
 میں پیش کی تھی۔ اور جو یہ تھی کہ ”ہندوستان کی دستوری ترقی کا اصل
 نوازا دیا جاتی مرتبہ ہے۔“

”مجھے اس بیان کی صراحت کی ضرورت نہیں کہ بالکل صاف اور واضح
 ہے اور پارلیمنٹ کے رکارڈ میں محفوظ ہے نیز وہ ملک معظم کی حکومت
 کی پالیسی اور ہندوستان کے آئندہ دستوری ارتقا کے متعلق اس کے
 ارادوں کا قطعی اعلان ہے لیکن میں اس قدر اضافہ کروں گا کہ ملک
 معظم نے ۱۹۲۵ء میں جو دستاویز ہدایات مجھے بحیثیت گورنر جنرل
 دی ہے۔ اس میں مجھ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ ملک معظم نے
 مجھ پر جو اعتماد کیا ہے اس کو میں اس طرح پورا کروں کہ ”ہماری سلطنت میں
 ہندوستان اور حکومت متحدہ کے باہم شرکت میں ترقی ہو۔ تاکہ
 ہندوستان ہمارے مقروضات میں اپنا جائز مقام حاصل کر سکے۔“

(اعلان وائسرائے ہند بابۃ ۱۸ اراکٹور ۱۹۳۹ء)

۱۹۳۵ء ”دستور ہند بابۃ ۱۹۳۵ء میں مرکزی حکومت
 کی ایسی تبدیلی پیش نظر تھی کہ اس سے ہندوستان
 کے اتحاد کا مقصد حاصل ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جو طریقہ تجویز
 کیا گیا وہ کل ہند وفاق تھا تاکہ برطانوی ہند کی سیاسی جماعتوں کے

نمائندے روسائے ہند کے ساتھ ملکر متحدہ حکومت قائم کر لیں۔

”میں ان سخت تختہ چینیوں سے باخبر ہوں جو مختلف اقطاعِ نظر سے

وفاقی ایگم اور دستور ہند کے حصہ دوم پر کی گئی ہیں۔

میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا کہ اس دستور کی ترتیب اور

ابتدائی کام سے گہرا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وفاقی ایگم جو چارویں خود مختار

ایگم کی طرح کامیاب ہوگی کہ وفاقی ایگم کا اعلان وائسرائے ہند بابت ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء

ملکِ عظم کی حکومت اس کو تسلیم کرتی

ہے کہ جب حکومت ہند وفاق کے

دستور کی نظر ثانی ہوگی

مسئلہ پر غور کرنے کی فہمت آئے تو اس وقت کے حالات کے لحاظ سے

یہ دیکھا جائے گا کہ دستور حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء کے کئی تفصیلات

کو برقرار رکھنا مناسب ہوگا اور ملکِ عظم کی حکومت کی جانب سے اس امر کے

اعلان کا مجھے مجاز کیا گیا ہے کہ ”جنگ کے بعد ملکِ عظم کی حکومت

ہندوستان کے مختلف فرقوں، جماعتوں اور مفادات کے نمائندوں اور

روسائے ہند سے مشاورت کرنے کے لئے آمادہ رہے گی تاکہ دستور

میں مناسب ترمیمات کے لئے ان کی امداد اور اعانت حاصل ہو“

”میں سمجھا ہوں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے ظاہر ہو گئی ہوگی

کہ ملکِ عظم کی حکومت کا ارادہ جیسا کہ دستاویزہدایات گورنر جنرل

میں بتایا گیا ہے کہ سلطنت کے اندر ممالک متحدہ اور ہندوستان

کے باہین شرکت کو اس غرض سے ترقی دی جائے کہ ہندوستان بڑھائی

آبادیات میں اپنا جائز مقام حاصل کر لے۔

”دستور ہند بابہ ۱۹۳ء میں حکومت کی جو اہم تجویز کی گئی ہے وہ اسی کوشش کی ایک منزل تھی، لیکن جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے۔ جنگ کے بعد ملک معظم کی حکومت اس اہم کو ہندوستانی آراء کی روشنی میں ترمیم طلب تصور کرنے کے لئے آمادہ رہے گی۔“

(اعلانِ وائسرائے ہند بابہ ۱۸، ۱۹۳۰ء)

”آئندہ دستور میں اہم میں اقلیتوں کی حیثیت سے متعلق اقلیتیں اقبل انہیں واضح کر دیا گیا ہے کہ میرے گزشتہ اکوڑ کے اعلان سے دستور ہند بابہ ۱۹۳ء عریا اس کی پالیسی اور خاکے کی جانچ خارج نہیں ہے۔“

”ملک معظم کی حکومت کی..... اس خواہش کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ دستور کی نظر ثانی میں اقلیتوں کے خیالات کو وزن دیا جائے گا ملک معظم کی حکومت کا اب بھی یہی پوزیشن ہے۔“

”یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ملک معظم کی حکومت ہندوستان کے امن اور فلاح سے متعلق اپنی موجودہ ذمہ داریوں کو کسی ایسے نظام حکومت کے تفویض نہیں کر سکتی جس کو تسلیم کرنے سے ہندوستانی قومی زندگی کے بڑے اور طاقتور عناصر کو براہِ راست انکار ہوتا ہو حکومت ایسے عناصر کو کسی حکومت کے جبراً بنائے میں فریق ہو سکتی ہے“ (اعلانِ وائسرائے ہند بابہ ۱۸، ۱۹۳۰ء)

جدید دستور کی تدوین | برطانوی دولت عامہ میں ایک جدید
 کی نسبت شدت کے ساتھ اصرار کیا گیا ہے کہ ایسی ایکم کی ترتیب دیا جائے
 ہی پر منحصر ہوئی چاہئے، اور یہ کہ یہ ایکم ہندوستانی حیات عامہ کی سماجی
 معاشی اور سیاسی تعمیر کے ہندوستانی تصورات پر مبنی ہو۔ ملک منظم
 کی حکومت کو اس خواہش سے ہمدردی ہے اور وہ اس کو عملی جامہ
 پہنانا چاہتی ہے۔ صرف اس اشتناک کے ساتھ کہ ہندوستان کے ساتھ
 برطانیہ عظمیٰ کے طویل تعلقات کی وجہ سے جو ذمہ داریاں ملک منظم کی
 حکومت پر عائد ہیں اور جن سے وہ دستبردار نہیں ہو سکتی، ان کی تکمیل
 ضروری ہوگی۔

”یہ ظاہر ہے کہ ایسے زمانہ میں جب کہ دولت عامہ اپنے وجود و بقا
 کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے، اساسی دستوری امور کی نسبت
 کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ملک منظم کی حکومت نے مجھ
 اس اعلان کا محاذ کیا ہے کہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد کم سے کم مدت میں
 وہ ہندوستان کی قومی زندگی کے اہم عناصر کے نمائندوں کی مجلس
 کے قیام پر جلد سے جلد رضا مند ہو جائے گی جس کا کام ہوگا کہ وہ
 نئے دستور کا ڈھانچہ تیار کرے اور اس سلسلہ میں وہ جلد متعلقہ امور
 کے حوالہ نہ تصفیہ کے لئے ممکنہ امداد دیں گے۔“

اس اشارہ میں وہ ہندوستان کے نمائندوں کے ہر نقطہ پر

اور علی اقدام کاخیر مقدم کرے گی اور اس کو ممکنہ طور پر ترقی دینے کی
کوشش کرے گی، جو حسبِ ذیل امور کے متعلق ایک دوستانہ سمجھوتہ
کی بنیاد پیدا کرنے کے لئے کیا جائے :-

(۱) جنگ کے بعد نائینوں کی مجلس کی تشکیل۔

(۲) دستور می خاکہ اور اصول۔

”ملک مجنم کی حکومت امید کرتی ہے کہ اس اُٹار میں اتحاد و مشابہت
بارہی کے جہیز ذرائع پیدا ہو جائیں گے اور برطانوی دولت عامہ
میں ہندوستان کے آزاد اور مساوی مرتبہ کے حصول کے لئے راستہ
صاف کریں گے جو تاج اور برطانوی پارلیمنٹ کا مقبولہ اور مُصلحہ
(اعلانِ دائرے ۸، اگست ۱۹۴۷ء)

تقریر مسٹر ایمی زیرہ ہند ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء

ذیل میں وزیر ہند کی تقریر کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن سے دستوری مسئلہ کی پوری وضاحت ہوتی ہے۔

دستوری نزاع | ہندوستان میں دستوری نزاع ملک معظم کی حکومت اور ہندوستان کی ایک متحدہ مخالفت جماعت کے درمیان اتنی شدید نہیں ہے جتنی کہ خود ہندوستان کی قومی زندگی کے مختلف عناصر کے مابین ہے۔ اس نزاع کو صرف ملک معظم کی حکومت اور ہندوستان کے نمائندوں کے مابین معاہدہ کے ذریعہ نہیں بلکہ دوسرے زیادہ فریقین کے مابین معاہدہ کے ذریعہ حل کرنے کی ضرورت ہے۔

کانگریس | سب سے پہلے انڈین نیشنل کانگریس ہے۔ اس کے قائدین نے قانون حکومت ہند ۱۹۴۷ء کے وفاقی پہلو کو اس بنیاد پر مسترد کر دیا ہے کہ وہ اصول جمہوریت کے خلاف ہے اور ہندوستان کو فوری کاغذی آزادی کا حق عطا نہیں کرتا۔ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ہندوستان کی آزادی کو تسلیم کر لیا جائے اور ہندوستان کو اپنا دستور ایک مجلس دستور ساز کے ذریعہ جو پوری ملک میں عام

۸۶
 رائے دہی کی بنا، پر منتخب ہوگی مدون کرنے کی اجازت دی جائے۔
 یہ صحیح ہے کہ برطانوی ہند میں یہ جماعت سب سے بڑی ہے،
 لیکن محض اس بنا پر اس کے دعوے کو کہ وہ پورے ہندوستان
 کی نمائندگی کرتی ہے، ہندوستان کی پیچیدہ قومی زندگی کے اہم
 عناصر تسلیم نہیں کرتے۔ یہ عناصر اس حق کا اثبات کرتے ہیں کہ
 انہیں تعدادی اقلیت نہیں بلکہ آئندہ ہندوستان کی پالیسی کے
 ترکہ کسی اجراء قرار دیا جائے اور ہندوستان کے آئندہ دستور کی
 تشکیل کے مباحث میں انہیں اس حیثیت سے شریک کیا جائے۔

مسلمانوں کی حیثیت

”ان عناصر میں سب سے پہلے مسلمانوں کا بڑا فرقہ ہے جس کی آبادی (۹) کروڑ
 ہے اور جو شمال مغربی اور شمال مشرقی ہندوستان میں اکثریت میں ہے
 اور باقی سارے برائظم میں اقلیت کی صورت میں پھیلی ہوئی ہے۔
 مذہبی اور معاشرتی نقطہ نظر تاریخی روایات اور تہذیب میں اس فرقہ
 اور اس کے مہوطن ہندوؤں میں گہرا اختلاف ہے۔ لیکن اس سے سماجی
 میل جول یا یا تو اور سیاسی تعاون میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور نہ
 ہونی چاہئے۔ فی الحقیقت یہ اختلاف بعض مسلم افراد کو کانگریسی جماعت
 میں شمولیت سے روک نہیں کرتا۔

لیکن ایک جماعت کی حیثیت سے مسلمان کانگریس سے علیحدہ
 ہیں۔ دستور کی بحکم کے متعلق ان کی نواہیہ نہیں ہے کہ یہ دستور واضح

اکثریت کی حکومت عطا نہیں کرتا جیسا کہ کانگریسوں کا مطالبہ ہے بلکہ یہ ہے کہ اس میں ہندو اکثریت کو مرکز میں زیادہ سے زیادہ اختیار عطا کئے جائیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہیں اکثریتی رائے سے منہ نہ موکا جائے۔ مجلس دستور ساز کے مرتبہ دستور سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ وہ اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہر دستوری مباحثہ میں ان کا ایک علیحدہ وجود تسلیم کیا جائے اور صرف ایسا دستور ان کے لئے قابل قبول ہوگا جو تعدادی اکثریت کے مقابلہ میں ان کو ایسا وجود عطا کرے۔

پست اقوام ابھی چیز اس طبقہ پر بھی صادق آتی ہے جو گاندھی کی کوششوں کے باوجود یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ ایک فرقہ کی حیثیت سے ہندوؤں کے فرقے سے باہر ہے جس کی کانگریس ناسمجھ کرتی ہے۔

دو سی ریاستیں دوسری طرف ہندوستانی روسا جن کے تحت ہندوستان کا ایک حصہ تھا ان کے رشتہ اور تقریباً ایک سولہ آبادی ہے، ایک دوسری راجستھان یا وڈوئ کا مجموعہ ہیں جو کانگریس کے جمہوری فارمولے میں جذب ہونا نہیں چاہتے۔ ان کا اعتراض یہ ہے کہ موجودہ ایگم ان کے اختیارات میں بہت زیادہ مداخلت کرتی ہے۔ فطرتاً وہ مجوزہ مجلس دستور ساز یا کسی ایسے دستور کے مخالف ہیں جو یہ مجلس تجویز کرے۔ تاہم یہ ریاستیں ایک ہندوستانی

”کیا میں ہندوستان کے اس مقصد کے متعلق کچھ
نوآبادیاتی مرتبہ کہہ سکتا ہوں جس کو عام طور پر نوآبادیاتی مرتبہ

کہا جاتا ہے اور جس کو میں برطانوی دولت عامہ میں ایک آزاد اور مساوی
 شرکت کہنا پسند کرتا ہوں، نوآبادیاتی مرتبہ کا مقابلہ کامل آزادی کے ساتھ
 کرتے ہوئے اس کو ایک ادنیٰ غیر آزاد مرتبہ نہ سمجھا جائے جیسا کہ باہم
 ہوتا ہے۔ دولت عامہ کی نوآبادیات کا مرتبہ علیحدہ اقوام کے مرتبہ
 سے کہیں زیادہ قابل ترجیح ہے۔

”کتنی آزاد قومیں ایسی صورت میں بھی جب کہ ان کی قومی ہمت
 قویں ان پر قابض نہ ہو گئی ہوں اپنی زندگی اپنے طور پر بسر کرنے کی
 قابلیت رکھتی ہیں ؟ برطانوی دولت عامہ کو اس سے کچھ زیادہ
 ہی حاصل ہے۔ ہم کو حفاظت، خوش حالی، دوستی اور دنیا کی نگاہوں
 میں وقار حاصل ہے جو ہمارے مساویانہ اور آزاد اتحاد کا نتیجہ ہے
 دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں ہے اور یہی وہ مرتبہ ہے جو
 ہندوستان میں ہماری پالیسی کا مقصد ہے۔“

”دستور کی ترمیم کا کام جنگ کے بعد علیحدہ ہندوستان کی
جنگ کے بعد قومی زندگی کے اہم عناصر کی ایک نمائندہ مجلس
 انجام دے گی۔ یہ مجلس ان عناصر کے نمائندوں کے باہمی اتفاق اور
 سے ترتیب دی جائے گی اور ایسی مجلس نہ ہوگی جو کسی خاص
 کے لئے خواہ وہ کتنا ہی با اثر ہو قابل قبول لیکن اقلیتی عناصر کے

مقابل قبول ہو۔

ڈومہاریوں کی منتقلی ملک منظم کی حکومت نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ہندوستان کے امن اور فلاح سے متعلق موجودہ ڈومہاریوں کو کسی ایسے نظام حکومت کے تفویض نہیں کر سکتی جس کے اقتدار سے ہندوستان کی قومی زندگی کے بڑے اور قومی عناصر کو انکار ہو، اس معاملہ میں بھی مقبوضاتی دستور کی تشکیل کے اصول سے انحراف نہیں کیا گیا ہے۔ ہر مقبوضہ میں نہ صرف جغرافیائی وحدتوں بلکہ نسلی عناصر مثلاً کینڈا میں انگریز اور فریسی جنوبی آفریقہ میں برطانوی اور بویر کے مابین دستور کی تشکیل کے طریقہ اور خود دستور کے متعلق اتفاق رائے ضروری ہے۔

اتفاق رائے اتفاق رائے اور رضامندی فی الحقیقت ہر آزاد حکومت اور ہر سچی جمہوریت کا سنگ بنیاد ہے۔ اکثریت کے فیصلے جمہوریت کی روح سے زیادہ عملی سہولت سے تعلق رکھتے ہیں اور جمہوریت کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے دستور کو چلانے کے لئے عام اتفاق رائے پہلے ہی سے موجود ہو اور واقعہ تو یہ ہے کہ جمہوریت کو کئی وفاقی دساتیر میں علیحدہ مفادات کے تحفظ کے لئے محدود کر دیا گیا ہے۔

کانگریس کو چوڑا ایسے اتفاق رائے کی ضرورت کو دستور ترقی کی فنی قرار دینا میرے خیال میں وطن پرستی اور

۹۱
 ذمہ داری کے ساتھ نا انصافی کرنا ہے۔ اتفاق رائے کے معنی کسی عہدہ کی
 جانب سے ”وٹو“ کے نہیں بلکہ باہمی سمجھوتے کے ہیں اور ہندوستان
 باہمی سمجھوتہ پر آمادگی، احساس ذمہ داری کی لازمی شرط ہے جس پر
 ایک آزاد حکومت کو مبنی ہونا چاہئے۔

”دوسری طرف ایسے اتفاق رائے کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے
 پیدا شدہ قیود کے اندر پورا دستوری میدان دوبارہ چلنے کے لئے کھلا
 ہوا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ موجودہ اکیٹم سے بالکل انحراف کے ذریعہ خواہ
 وہ مرکز سے صوبہ جات یا دیسی ریاستوں کے تعلق کی نسبت ہو یا انتخاب
 اور نمائندگی کے طریقوں کی نسبت کوئی ایسا اتفاق رائے حاصل ہو جائے
 جو موجودہ قانون کے لحاظ سے ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ قانون ہندوستان کے
 دستوری ماضی اور ہمارے مخصوص برطانوی دستوری تقاضات پر مبنی ہے۔

اصلاحاتی تاریخ ”یہاں تک ذکر طریقہ کا تھا، اب سوال تاریخ کا ہے
 جو اسی قدر اصرار سے کیا جاتا ہے۔ اس کے

متعلق بیان میں جو جواب دیا گیا ہے وہ یہی واضح ہے۔ ان عظیم انسان
 دستوری تیقحات کا فیصلہ اور ایک نئے نظام حکومت کا قیام اپنے زمانے
 میں نہیں ہو سکتا جب کہ ہم اپنے وجود و بقا کے لئے جنگ میں مصروف ہیں۔
 وہ جنگ کے بعد کس قدر جلد اس کا اختتام ہو گا۔ اس کا فیصلہ
 خود ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہر نوآبادی کے تجربہ سے ظاہر
 کہ ان اساسی تیقحات کا تصفیہ آسانی یا بوجھت نہیں ہو سکتا۔ حقیقی

۹۲ فصلہ کن جلسوں کے قبل ہمیشہ بہت کچھ ابتدائی مباحثہ گفت و شنید و تحقیقات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی قطعاً کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کیوں ناگزیر ابتدائی کام جنگ کے اختتام تک ملتوی رکھا جائے بعد جنگ قائم ہونے والی مجلس کی نسبت اتفاق رائے متوجہ رہنے کے طریقہ کار اور دستور کے اصول اور خاکہ کی نسبت جس قدر کام مکمل ہو اسی قدر جلد ہر چیز جنگ کے بعد تکمیل پا سکتی ہے۔

ہندوستان کی دوائی جہاں تک ملکِ معظم کی حکومت کا ہندوستان کی ذمہ لہ تعلق ہے اس نے اس کا وعدہ کیا ہے کہ وہ ہر ابتدائی دوستانہ بحث اور تحقیقات کا غیر مقدم کریگی اور اس کو ترقی دے گی۔ ملکِ معظم کی حکومت نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ جب دستور کے متعلق آخری فیصلے کی نویت آئے تو اس وقت وہ متعلقہ امور کی نسبت عالمانہ نقطہ نظر کے لئے حکمہ مدد دیگی۔ حکومت اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی۔ اب ایک اطمینان بخش اور جلد سے جلد نتائج حاصل کرنے کی ذمہ داری ہندوستانیوں پر ہے۔

موجودہ نوبت

اقتصادیات مندرجہ بالا سے ظاہر ہو گا کہ :-
دستوری ترقی کا مقصد ایسا کہ حکومت کی جانب سے وفاقی قوتوں کا
 کیا جاتا رہے ہندوستان کی دستوری ترقی کا نصب العین نوآبادیاتی

نواآبادیاتی مرتبہ | یہ نوآبادیاتی مرتبہ کیا ہوگا اس کے متعلق وزیر
 نے فرمایا ہے کہ یہ برطانوی دولت عامہ میں آزاد اور مساویانہ شریک
 کا نام ہے۔ آزاد مخلدہ اقوام کے مرتبہ سے ہمیں زیادہ لائق ترجیح ہے
 دنیا کا سب سے بڑا مرتبہ ہے۔

دستور یا پتہ ۱۹۳۵ء | مسلم لیگ کے مطالبہ کی بموجب حکومت نے
 کی تشکیل ثنائی | دستور ہند باب ۱۹۲ء کی دفائی حکم
 کو کا عدم کردیا ہے اور اعلان کیا ہے کہ جنگ کے بعد اس کی باہسی
 اور خاک کی از سر نو نظر ثانی ہوگی۔

چلیکے عناصر سے مشادہ رتبہ | حکومت نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ
 کوئی دستور ہندوستان کے مختلف فرقوں، جماعتوں اور مفادات سے
 مشاورت کے بغیر مرتب نہیں ہوگا اور یہ کہ اقلیتوں کے خیالات کو
 وزن دیا جائے گا۔

جدید دستور | آئندہ دستور کے تعین اور تدوین کے متعلق طے کیا گیا ہے کہ :-

(۱) جدید دستور کی تدوین (چھ شرائط کے ساتھ ہندوستانیوں کی ایک ایسی مجلس کرے گی) :-

(الف) جو ہندوستان کی قومی زندگی کے اہم عناصر کے نمائندہ پر مشتمل ہوگی اور

(ب) ان عناصر کے باہمی اتفاق اور سمجھوتے سے تشکیل پائے گی۔
 نہ اس طرح سے کہ وہ صرف اکثریتی عنصر کے لئے قابل قبول ہو
 اور اقلیتی عنصر کے لئے ناقابل قبول (جیسا کہ کانگریس کی مجوزہ مجلس دستور ساز کا حال تھا)

(۲) جدید دستور کا تعین (الف) ہندوستان کی قومی زندگی کی ساخت اور حالات کے مطابق ہوگا۔ اس سلسلے میں ہتھیایا گیا ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ موجودہ ایکٹ سے بالکل الگ کسی جدید بنیاد پر وہ اتفاق رائے حاصل ہو جائے جو موجودہ دستور کی رو سے (جو روایات، ماضی اور برطانوی دستور کی تصورات پر مبنی ہے) ممکن نہیں ہے۔ (یہ بنیاد پاکستان ہو سکتی ہے۔ مؤلف)۔

(ب) جملہ عناصر کے اتفاق رائے پر مبنی ہوگا، نہ کہ اکثریت کے فیصلے پر جس میں جمہوریت سے زیادہ عملی سہولت پیش نظر

رہتی ہے اور جس میں یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ عام اتفاق رائے

موجود ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جلد فیما بعد کا اتفاق رائے ہر آزاد حکومت کی بنیاد ہے۔ اور یہ کہ یہ اتفاق رائے ہر آزادی دہندہ کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ کسی عنصر کو دستور ترقی کی نفی کا اختیار دیدیا گیا ہے نا اصفانی ہے۔

مسئلہ ہندوستان کے ہاتھ پر

جدید دستور جنگ کے بعد مرتب ہو گا لیکن اب
(الف) مجلس کی تشکیل -

(ب) اس کے طریقہ و کار اور

(ج) دستور کے مہول اور خاکہ

کے متعلق سمجھوتہ ہو جاتا ہے تاکہ جنگ ختم ہوتے ہی جلد سے جلد یہ کام شروع ہو جائے۔

ہندوستان کے مختلف فرقوں، جماعتوں اور مفادات کا فرض ہے کہ مزید وقت ضائع کے بغیر اس تعمیری کام کا آغاز کر دے۔

آئندہ دستور کو پاکستان کے مہول پر مبنی بنایا
اگر کانگریس اپنی تصریحات سے نکل کر قومی وطن کے مہول کو تسلیم کرے۔

۹۶
 جس کے بغیر مسلمان اور دیگر اہم اقلیتوں سے سمجھوتہ ناممکن ہے تو
 بنیاد پر برطانوی ہند کے ہندو اور مسلمان اور دیسی ریاستیں متحد
 کوئی دستور ترتیب دے سکتے ہیں ۔
 مسلمانوں کے نقطہ نظر سے تو آئندہ دستور کو پاکستان کے
 پس منہ بنونا چاہیئے ۔

ج ۱۱ ع

۳۲۰۶۹۵۴

This book is due on the date
 last stamped. A fine of 1 anna
 will be charged for each day the
 book is kept over time.

29 JUN 1957

